پیارے امام اہل سنت مجدد ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

امام احمد رضا کی آواز اپنی نہیں عشق مصطفیٰ کی پکار تھی اور عشق کی آواز دبائی نہیں جا سکتی۔ آج پوری دنیا میں فکر رضا کی دھوم مچی ہوئی ہے ہر کوئی یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے کہ امام احمد رضا کے افکار و نظریات کیا ہیں ان کا مشن اور ان کے پیغامات کیا ہیں؟ جبکہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا کہ مخالفین و معاندین ان کی عظمت و شوکت پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ تاریخ، ادب، سیاست تمام میدانوں میں ان کے ساتھ تعصباتی فضا قائم کی جا رہی ہے مگر امام احمد رضا کے عشق و محبت کا چراغ اور ان کے علمی و فکری کارنامے کی شعاعیں اب تک مدھم نہ ہو سکیں۔ چراغ سے چراغ جلتے گئے روشنی کا مینار بلند ہوتا گیا اور عشاق کی تعداد بڑھتی گئی۔ آج بھی ان کے عشق رسالت کی تابانیاں گم گشتگانِ راہ کیلئے نشانِ منزل ثابت ہو رہی ہیں اور صبح قیامت تک یہ سلسلہ دراز رہے گا۔

مولانا عبدالمبین نعمانی



تحریکِ فکرِ رضا

۱۶۷، ٹم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

سہ ماہی ممبئی



افکارِ رضا

جلد ۵ جنوری تا مارچ ۱۹۹۹ء (۱۵) رمضان المبارک تا ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ شمارہ ۱

فہرست

شمار عناوین		صفحہ
۱۔ اداریہ		۲
۲۔ مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	۴
۳۔ رضا فاؤنڈیشن کی ایک اہم پیشکش	غلام جابر شمس مصباحی	۱۵
۴۔ مفتیٔ اعظم ہند کے افاداتِ علمیہ	فروغ احمد اعظمی مصباحی	۲۲
۵۔ منقبت در شانِ حضور مفتیٔ اعظم	فروغ احمد اعظمی مصباحی	۳۰
۶۔ مبلغ اسلام عبد العلیم میرٹھی مہاجر مدنی	مولانا اختر حسین بستوی	۳۱
۷۔ روداد پاکستان۔ قسط ۲	محمد زبیر قادری	۶۶
۸۔ رضا نامے		۷۷
۹۔ اخبار رضا		۷۹

رابطہ کا پتہ : Correspondence Address :

تحریک فکر رضا TEHREEK-E-FIKR-E-REZA

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008. (INDIA)



ضرورت ہے....

ضرورت ہے ایسے سنی علمائے دین کی جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کو مسلک اہل سنت کی کسوٹی مانیں، مسلکِ اعلیٰ حضرت کو سچا جانیں اور مانیں ،اُس پر کاربند رہیں، اس کی ترجمانی کریں اور خلوص وللہیت کے ساتھ دینِ متین کی خدمت کریں۔ تمام سلاسلِ حق اور علماء حق کا احترام کریں۔ فروعی معاملات سے دور رہیں اور نہ اسے ہوا دینے کی کوشش کریں۔ دُنیوی حرص و ہوس سے دور رہتے ہوئے رزقِ حلال کیلئے کوشاں رہیں۔ زمانہ کے حالات سے باخبر رہیں خصوصاً دین کے دشمنوں پر نظر رکھیں، اُن کے سدباب میں لگے رہیں اور عوام الناس کو دشمنوں کی سازشوں سے باخبر کرتے رہیں۔ صلح کلیت سے بچیں، بدمذہبوں سے متنفر اور دور رہیں۔ مسلکِ اہل سنت کی ترویج و اشاعت کیلئے کوشاں رہیں بلکہ ہمیشہ اتحادِ سنیت کے خوگر رہیں۔ نوجوانوں کی رہنمائی پر توجہ دیں اور ہر پیش آمدہ مسائل میں امت کی رہنمائی کریں۔

ضرورت ہے ایسے مشائخ عظام کی جو طریقت کے ساتھ شریعت پر بھی کاربند رہیں۔ مجدد عصر حاضر امام احمد رضا کے مسلک کے پابند ہوں۔ تصوّف کے نام پر غلط تعلیمات کی بیخ کنی کریں اور اسکی جگہ صحیح تعلیمات کو فروغ دیں، صلح کلیت سے کوسوں دور رہیں۔ درگاہوں اور مزارات کو غیر شرعی رسومات وبدعات سے پاک کریں، بلا تفریق ہر کسی کے کام آئیں، اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی دین پر مضبوطی سے عمل کرنے کی تلقین کرتے رہیں اور اُن سے دُنیوی مال ودولت کے طلب گار نہ ہوں۔ ہم عصر مشائخ عظام واولیاء کرام کا بھی احترام کریں، اختلافی فروعی مسائل کو صلاح جوئی ومعاملہ فہمی سے حل کرنے کی کوشش کریں۔ اختلافات کو بڑھنے نہ دیں نیز تمام سلاسلِ طریقت کا احترام کریں۔

ضرورت ہے ایسے دانشوروں اور مفکروں کی جن کی فکر امام احمد رضا کے افکار ونظریات پر مشتمل ہو۔ جو مسلک اہل سنت کے فروغ کیلئے غور وفکر کریں اور اُمت کو امام احمد رضا کی فکر کی روشنی میں صحیح رہنمائی فرمائیں۔ دُنیوی حالات پر گہری نظر رکھیں، مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے باخبر رہیں اور ان کے عزائم سے ہر دم آگاہ کرتے رہیں اور امت کی بیداری کیلئے کوشاں رہیں۔

ضرورت ہے ایسے مقررین کی جو وقت پر اسٹیج پر آئیں اور پابندیٔ وقت کے ساتھ تقریر کا آغاز اختتام کریں، اپنی بات میں زور پیدا کرنے کیلئے چیخ و پکار نہ کریں مختصر بات کو طویل نہ کریں، مناظرانہ رد کے ساتھ سہل انداز میں اپنے عقیدے سمجھائیں اور عقائد کے ساتھ اعمال کی رغبت بھی دلائیں۔

ضرورت ہے ایسے قلمکاروں کی جو مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں حصہ لیں۔ جدید تقاضوں کے مطابق لٹریچر کی فراہمی کیلئے کوشاں رہیں، لوگوں میں دین کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کریں۔ جو اپنی تحریروں میں ٹھوس حقائق پیش کریں کمزور دلائل پر اپنے موقف کی بنیاد نہ رکھیں۔ اپنی تحریروں میں ذاتی چپقلش کو جگہ نہ دیں خصوصاً کسی سنی عالم یا فرد پر کیچڑ نہ اچھالیں۔ اور اغیار کی گمراہ کن تحریروں کا فوراً اور سخت محاسبہ کریں۔

ضرورت ہے ایسے نوجوانوں کی جو امام احمد رضا کی تعلیمات کو برحق مانتے ہوئے شریعت پر کاربند رہیں۔ گمراہ فرقوں کے خلاف مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت میں سرگرداں رہیں، منہیات سے بچیں، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے ساتھ دینی تعلیم کے حصول کیلئے بھی کوشاں رہیں۔ علماء کرام کی کتب، بیانات اور دینی اجتماعات میں جاتے رہیں۔ جو کھل کر مسلک اہل سنت کی حمایت کریں، مسلک اہل سنت کے نمائندہ بن کر رہیں۔ ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر وغیرہ بن جانے کے بعد بھی سچے سنی بن کر رہیں۔ دنیاوی مفاد کی خاطر دین کا سودا نہ کریں، بد مذہبوں سے بچتے رہیں اور موجودہ دور کے باطل فرقوں کی ظاہری چمک دمک سے متاثر نہ ہوں۔

ضرورت ہے ایسے تاجر حضرات کی جو دیانت کے ساتھ حلال تجارت کی کوشش کریں۔ تجارت کے مصروف اوقات میں بھی نماز، روزے کی پابندی کریں۔ جھوٹ، بے ایمانی اور دھوکہ دہی سے بچیں۔ ہر ہفتہ نیاز فاتحہ کرتے رہیں اور آس پاس تقسیم کریں۔ اپنی آمدنی کا کم سے کم پانچ فی صد دینِ حق کی ترویج واشاعت کیلئے مختص کریں۔ تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک کا بھی پرچار کریں اور اپنی زکوٰۃ، فطرہ اور صدقات صرف مستند سنی اداروں کو ہی دیں اور نذر و نیاز کے ساتھ دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے بھی کوشاں رہیں۔

اس کے علاوہ ہمیں ضرورت ہے ایسے افراد کی جو ایک صالح سُنّی معاشرہ کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکیں اور دوسروں کو بھی اس فکر میں ڈھالنے کیلئے کوشش کریں۔ مندرجہ بالا افراد کی ضرورت ہے ہمیں سنیت بیداری مہم کیلئے۔ معاوضہ کے طور پر آپ کو ملے گی دنیا اور آخرت کی نجات، عذابِ قبر سے برأت، روزِ محشر میں شفاعت اور جنت میں اعلیٰ مقامات۔ انشاء اللہ عزّوجل

مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی

نعت عربی زبان کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی تعریف یا وصف بیان کرنے کے ہیں جیسا کہ فارسی کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

جاوید ہمی باش بہ ریں نعت بہ ایں وصف
پاکیزہ بہ اخلاق و پسندیدہ بہ افعال (اردو کی نعتیہ شاعری)

فن شاعری میں نعت اس صنف کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے اوصاف و کمالات کا نقشہ کھینچتا ہے اس سلسلے میں شاعر جو بھی لب و لہجہ استعمال کرتا ہے اس سے مراد رسول گرامی وقار ﷺ کی ہی ذات گرامی ہوتی ہے۔

نعت گوئی ایک ایسا عمل ہے جس میں صرف لفظوں کے تار و پود ہی نہیں سنوارے جاتے بلکہ اس عمل میں شاعر اپنی زندگی کو بھی حسن و زیبائش سے آراستہ و پیراستہ کرتا ہے جو کچھ وہ اپنی زبان سے کہتا ہے اس کا اپنی زندگی اور اس کے طور و طریق کا اس میں کافی عمل دخل ہوتا ہے ممدوح سے مداح کا جس طرح مضبوط رشتہ ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کے مدحیہ اشعار میں حسن و عشق کی جلوہ گری ہوتی ہے اپنے آقا سے رشتۂ محبت کمزور ہونے کی صورت میں یہی مدحیہ اشعار مرثیہ بن کر رہ جاتے ہیں یعنی وجود تو ہوتا ہے مگر روح شاعری کا اس میں دور دور تک پتہ نہیں چلتا۔

صنف نعت کا آغاز بعثت رسول مقبول ﷺ سے ایک ہزار سال قبل ہی ہو چکا تھا سب سے پہلے بادشاہ یمن "تبع" نے رسول گرامی وقار ﷺ کی شان میں مدحیہ اشعار کہے تھے۔ اس سلسلے کا تفصیلی واقعہ ابن عساکر نے اپنی مشہور زمانہ تاریخ میں درج کیا ہے جس کا اختصار ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

تبع بادشاہ یمن کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں پیغمبر آخر الزماں ہجرت کر کے تشریف لانے والے ہیں تو اس نے ایک خط لکھا اور اس پر سونے کی مہر لگا کر یہودی عالم شامول کے حوالے کر کے یہ وصیت کی کہ اگر تجھے پیغمبر آخر الزماں کا دیدار نصیب ہو تو تم یہ خط انھیں دے دینا ورنہ تمھاری اولاد میں جس کو بھی ان کا زمانہ ملے وہ خط ان کی بارگاہ تک پہنچا دے حضرت ابو ایوب انصاری شامول کی

اکیسویں پشت میں سے تھے جب وہ خط ان تک پہنچا تو انھوں نے وہ خط حضرت ابو لیلیٰ کے ذریعہ مکہ معظمہ بھجوادیا اور انہی کے ذریعہ آپ ﷺ کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت بھی دیدی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو لیلیٰ نے مکہ معظمہ اور بارگاہِ رسالت میں حاضری دی تو سرکار دو عالم ﷺ ان سے اس طرح گویا ہوئے جیسے کہ ایک مدت سے ان کے انتظار میں رہے ہوں۔ تبع بادشاہ یمن کے خط میں درج ذیل اشعار مرقوم تھے۔

فشہدتُ علی احمدُ انہ　　　رسولُ من اللہِ باریٔ النسم

فلو مرّ عمری الی عمرہ　　　لکُنتَ وَزیراً لہ و ابنَ عم

اگر درجہ بالا واقعہ کی تاریخی سند معتبر مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا تبع بادشاہ یمن کے یہ مدحیہ اشعار فن نعت گوئی میں اولیت سے سرفراز ہوں گے۔ اور جب آمنہ کا لال بطحا کی سرزمین پر اپنی مہر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا تو نہ جانے کتنے شعراء نے اپنی عقیدت و محبت کا خراج شعر و سخن کی زبان میں پیش کیا۔

اس مبارک صنف کے آغاز ہوتے ہی عشاقان مصطفیٰ نے جس والہانہ انداز میں اپنی تمناؤں کا حسین گلدستہ بارگاہ نبوت میں پیش کر کے آتش شوق کو سرد کیا اگر ان کا سروے کیا جائے تو قلم یہ لکھنے میں حق جانب ہو گا کہ خالق کائنات کے بعد اگر کسی مخلوق کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہے تو وہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ بقول فرمان فتحپوری :

> ”قدیم دکنی شعراء سے لے کر آج تک اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہو گا جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں اور یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے ہوں، کسی نے محض تکلفات سے کام لیا ہے، کسی نے تواتر اور اہتمام سے اس کام کو انجام دیا ہے اور کسی نے گاہے گاہے طبع آزمائی کی ہے۔

(شمیم گوہر۔ نعت کے شعرائے متقدمین ص ۵)

محبوب الٰہی سرکار رسالت پناہی کے مداحوں کی فہرست میں خالص شعراء ہی کا نام نہیں ملے گا بلکہ وقت کے جلیل القدر ائمہ علم و فن اور اربابِ فضل و کمال کے علاوہ محدثین، مفسرین، اہل لغت اور نحوئین کے اسمائے گرامی بھی اس سلسلۃ الذھب میں منور و درخشاں ہوں گے۔ جیسے الصرصری (م

۶۵۶ھ) الوتری (م ۶۶۲ھ) الشھاب محمود الحلبی (م ۶۹۵ھ) امام بوصیری (م ۸۰۳ھ) لسان الدین ابن الخطیب (م ۷۷۶ھ) ابن بناتہ (م ۷۶۸ھ) البرعی (م ۸۰۳ھ) ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) الفیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) ابن حجۃ الحموی (م ۸۳۷ھ) النواجی (م ۸۵۹ھ) الشھاب المقری (م ۱۰۴۱ھ) عبدالغنی النابلسی (م ۱۱۴۳ھ) اور اسماعیل النبھانی (م ۱۳۵۰ھ)

فارسی اور اردو شعراء میں عراقی (م ۶۸۸ھ) سعدی (م ۶۹۱ھ) عرفی (م ۱۰۰۰ھ) حافظ شیرازی (م ۷۹۱ھ) فخر الدین گرگان (م ۴۴۶ھ) عبدالرحمن جامی (م ۸۹۸ھ) ڈاکٹر اقبال (م ۱۳۵۷ھ) غالب دہلوی (م ۱۲۸۵ھ) غلام امام شہید (م ۱۲۹۳ھ) کرامت علی خاں شہیدی (م ۱۲۵۶ھ) کافی مراد آبادی (م ۱۳۵۴ھ) آسی غازیپوری (م ۱۳۳۵ھ) لطف بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) حسن بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) محسن کاکوروی (م ۱۳۲۳ھ) امیر مینائی (م ۱۳۰۸ھ) مولانا احمد رضا بریلوی (م ۱۳۴۰ھ)

مداحان رسالت ﷺ کے یہ وہ چند نام ہیں جن کی نعتیں دنیائے شعر و سخن میں سکہ رائج الوقت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ورنہ یوں تو نعت نگاروں کا تعارف تو درکنار ان کے اسماء کا اظہار بھی شمار سے بالاتر ہے۔ مقام حیرت ہے کہ اس مشکل ترین صنف میں بھی آتش شوق بجھانے والوں کی مختلف زبانوں میں ایک طویل فہرست ہے جن کا نہ تو مختلف زبانوں میں سر دے ہوا اور نہ ہی مستقبل میں اس کے امکانات ہیں جبکہ روز افزوں اس طویل فہرست میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

سطور بالا میں اس صنف کو شعر و سخن کی مشکل ترین صنف سے تعبیر کیا گیا ہے یہ حقیقت ہے اس لئے کہ شعر و سخن کا اور کوئی ایسا میدان نہیں جس میں قدم رکھنا خاردار وادی میں قدم رکھنے کے مترادف ہو۔ بہت سے شعراء نے اس صنف میں اس لئے طبع آزمائی نہیں کی کہ کہیں شان رسالت میں کوئی گستاخی نہ سرزد ہو جائے۔ اس صنف میں جس نے قدم رکھا ہو اس کو اس کی حقیقت کا صحیح اندازہ ہو گا۔ مولانا احمد رضا فرماتے ہیں :

> "حقیقۃً نعت شریف ایک مشکل ترین صنف ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہو جاتی ہے غرض حمد میں ایک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔

(امام احمد رضا۔ الملفوظ (۲ : ۴)

مولانا احمد رضا کے اسی خیال کی ترجمانی ایک عرصہ قبل عرفی درج ذیل شعر سے کر چکا ہے لکھتا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا   ہشیار کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

نعت گوئی جس قدر مشکل صنف ہے اسی قدر مبارک بھی۔ اس صنف کے مشکل ہونے کی وجہ سے اکثر شعراء اس صنف کی طرف توجہ نہ کر سکے اور مبارک ہونے کے باعث ہر زبان میں مدحیہ قصائد لکھے گئے۔ شعراء نے مختلف انداز سے بارگاہ نبوت میں محبت والفت کے نذرانے پیش کئے۔

نعت گوئی کا مقصد رسول کی عظمت بلند کرنا نہیں بلکہ اس کے طفیل شاعر کی شاعرانہ عظمت بلند ہوتی ہے اگر کوئی شاعر یہ تصور کرتا ہے کہ میرے تعریف کرنے سے رسول کی عظمت دوبالا ہوتی ہے تو وہ نرا جاہل ہے اسے چاہئے کہ وہ اس قسم کے ہفوات و اباطیل سے اپنے ذہن و دماغ کی تطہیر کرے اس لئے کہ خود خالق کائنات نے اپنے محبوب کی اتنی تعریف کردی ہے کہ دنیا کے تمام شعراء باہم مل کر اگر رسول کی مدح سرائی کریں تو اس میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتے ہیں۔ نعت گوئی کے دوران ہر شاعر کے پیش نظر یہ حقیقت رہنی چاہئے کہ سرکار دو عالم ﷺ ہماری اس مدح کے محتاج نہیں یہ ہماری قسمت نہیں بلکہ معراج قسمت ہے کہ ہمیں بارگاہ رسالت میں لب کشائی کی توفیق میسر ہوئی۔ ورنہ وہ عالم پناہ کہاں اور یہ قبلۂ گناہ کہاں! حقیقت تو یہ ہے کہ یہ انہی کا کرم ہے کہ وہ زبان کو توانائی بخشدیتے ہیں کہ زبان وصف رسالت پناہی کے قابل ہو جاتی ہے ورنہ عظمت بارگاہ نبوت کے تصور سے ہی ایک شاعر کی کیفیت:

نظر شرمندہ شرمندہ بدن لرزید لرزیدہ

کے مترادف ہو جاتی ہے۔

شاعر کا یہی وجدان اسے ایمان و یقین کے اس منزل تک پہنچا دیتا ہے جسے وہ اپنی منزل مقصود سمجھنے لگتا ہے اور اس منزل تک رسائی حاصل کر لینے کے بعد پھر وہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔

عجب چیز ہے لذت آشنائی   دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

نعت! سرکار دو عالم ﷺ سے بے محابہ محبت کی مخصوص کیفیت میں ڈھل جانے کا نام ہے اس مخصوص کیفیت کو مقید کرنے کے لئے کسی پیمانے کی ضرورت نہیں پڑتی یہ کیفیت صفحۂ قرطاس پر بھی رقم ہو سکتی ہے اور دل کے کینوس پر بھی اس کے مظاہر نظر آ سکتے ہیں بحور و قوافی کی پابندی سے بھی اس کا

اظہار کیا جاتا ہے اور نثر کی رنگینیوں اور نیرنگیوں کے جلو میں بھی یہ وصف کار فرما نظر آتا ہے یہ کیفیت دماغ میں موجود ذخیرۂ الفاظ سے بھی بیان کی جاتی ہے اور سازِدل کے سہارے بھی اسے منصۂ شہود پر لایا جاسکتا ہے اسی وجہ سے اربابِ علم و دانش نے سرکار رسالت مآب ﷺ کی تعریف و توصیف مختلف انداز میں مختلف دل کے جذبات و کیفیات کے تلاطم میں غوطہ زن ہو کر کی ہیں شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لیکر دور حاضر کے باکمال شاعر حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ تک شعراء نے جس وارفتگیٔ شوق کے عالم میں اپنے دلی جذبات بیان کئے ہیں ان کا مطالعہ سکون قلب و نظر فراہم کرنے کے ساتھ حلاوت ایمان میں مزید اضافہ کا باعث بھی ہے۔

شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نعت گوئی ہی کے طفیل منبر رسول پیش کیا گیا اُن پر انعام و اکرام اور الطاف و عنایات کی بارش کی گئی۔ وہ سارے حسین لمحے تاریخ کے سینوں میں اب بھی محفوظ ہیں۔

حبیب بن عدی انصاری مدنی دار و رسن کی زینت بن کر نیزوں کے زخموں کے درمیان تبسم ریز ہو کر جس والہانہ شوق کے ساتھ اپنے آقا کے گن گائے ہیں کیا اس کی مثال نعت گوئی کے علاوہ شاعری کے کسی اور صنف میں مل سکتی ہے۔ کیا ہی وجد آفریں خیال ہے فرماتے ہیں۔

وَلَستُ اُبالی حین اُقتلُ مُسلِماً　　علی ای شوق کانَ فی اللہ مَصرَعی

میں محبت رسول میں سرشار مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو اس کی کیا پرواہ کہ کس کروٹ میری جان جارہی ہے۔

اور کعب بن زہیر نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر شان رسالت میں یہ شعر پڑھا:

اِنَّ الرَّسُولَ لَسَیفٌ یُّستَضَاءُ بِہٖ　　مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوفِ اللّٰہِ مَسْلُوْل

(رسول اکرم ﷺ برہنہ تلوار ہیں اور اس کی چمک سے نور ہدایت عالم میں عام ہے)

تو رحمۃ للعالمین سرکار دو جہاں ﷺ نے حضرت کعب کو اپنی چادر مبارک دوش مبارک سے اتار کر عطا فرمادی حضرت کعب کے اس قصیدہ کا یہ شعر ہے جو دنیائے ادب میں قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عباس بن مرداس نے جب بارگاہ نبوت میں اپنے خلوص و محبت کا نذرانہ پیش کیا تو سرکار نے خوش ہو کر انھیں اپنا حلّہ ہی عطا فرمادیا۔

حضرت امام بوصیری نے شاہانِ مملکت کی شان میں بڑے قصائد لکھے لیکن انھیں ان کے دربار سے کیا ملا مگر جب سے آپکو سرکار ابد قرار ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو دل کی دنیا ہی بدل گئی سرکار کے بارے میں جو کچھ کہتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ زبان وبیان اور لب ولہجہ محبت آشنا ہی نہیں بلکہ الفت ومحبت کا ایک دریا ہے جو بغیر کسی زیروبم کے رواں دواں ہے۔

ایک زمانہ میں حضرت امام بوصیری پر فالج کا اثر ہوا رات میں عالم خواب میں سرکار دوعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اسی دوران آپ نے اپنا قصیدہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ جس والہانہ جذبہ کے ساتھ امام بوصیری نے اپنا قصیدہ سنایا ہوگا اس جذبۂ محبت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فالج زدہ عضو پر اپنا دست مبارک پھیرا تو امام بوصیری کو عالم بیداری میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کبھی بیمار ہی نہ ہوئے تھے۔ جو قصیدہ بارگاہ رسول میں پیش کیا تھا اس کا ایک شعر یہ ہے۔

هُوَالحَبِیبُ الَّذِی تُرجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکلِ ھَولٍ مِن الْاَھْوَالِ مقتحم

(آپ ہی اللہ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی آس ہر خوف وہراس میں اور قیامت کی شدید گھڑیوں میں لگائی جاتی ہے۔)

اس طرح نعت رسول مقبول ﷺ کے طفیل کامرانیوں سے ہمکنار ہونے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جس نے بھی خلوص دل کے ساتھ بارگاہ رسالت میں عقیدت ومحبت کا نذرانہ پیش کیا وہ کبھی نامراد اور مایوس نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ وقت کے اجلہ صحابہ، اولیاء، مشائخ، علماء اور دانشوران قوم وملت نے بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت والفت پیش کر کے سرفرازی حاصل کی ہے۔ وقت کے قطب الاقطاب غوث الاغواث امام الائمہ اور غزالی ورومی سب اسی کی بارگاہ بیکس پناہ کے دریوزہ گر نظر آتے ہیں۔ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے دور حاضر کے ایک باکمال شاعر جس نے علم وادب کے ہر گوشہ میں ارباب علم ودانش سے خراج حاصل کیا ہے اور اپنی گوناگوں صلاحیتوں سے اپنی زعادت تسلیم کرائی ہے۔ شعروسخن کی دنیا میں اہل سخن نے انھیں امام مانا ہے آج بھی ان کا کلام "کلام الامام امام الکلام" سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اس وقت برصغیر میں انہی کی نعتوں کو سکہ رائج الوقت کی حیثیت حاصل ہے۔ "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" سے کس کے کان آشنا نہیں اسی باکمال شاعر کی شاعری کے چند پہلوؤں پر خامہ فرسائی کی جسارت کی جارہی ہے۔

امام احمد رضا کو فن شاعری میں کس درجہ کمال حاصل تھا یہاں اس موضوع سے متعلق بحث

مقصود نہیں صرف نعتیہ شاعری میں جو انھوں نے محاسن پیدا کر کے اپنی شاعری کو ممتاز و یگانہ بنا دیا ہے اس پر اظہار خیال کیا جارہا ہے۔ جن محاسن اور خصائص کی بنیاد پر انھیں صف اول کے شعراء میں منفرد مقام عطا کیا جاتا ہے ان میں سے چند ذیل میں بیان کیا جا رہے ہیں تاکہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر ان کی شاعری اور اس کے تمام تر فنی محاسن کو اسی پر قیاس کیا جا سکے۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری بلاشبہ قرآن واحادیث کا ترجمہ ہے انھوں نے اپنی پوری شاعری میں سر مو شریعت سے انحراف نہیں کیا ہے۔ خدا اور رسول کے ارشادات و فرمودات کو جس تلمیحاتی انداز سے اپنے کلام کو مزین کیا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے فرماتے ہیں۔

ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شئی — تفصیل جس میں ماعبَرَ و مَا غبر کی ہے

سنگ ریزی زندست جناب — مَارَمَيْتَ اِذْرَمَيْتَ آور خطاب

حروف مقطعات قرآن میں متعدد مقامات پر آئے ہیں انھیں فاضل بریلوی مولانا احمد رضا نے جس حسن انتظام کے ساتھ اپنے کلام میں جگہ دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، فرماتے ہیں۔

ک گیسو ہ دھن ی ابرو آنکھیں ع ص — کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

امام احمد رضا نے ایک شعر میں چار مختلف زبانوں کو سمیٹ کر جس طرح مفہوم ادا کیا ہے دنیائے ادب میں وہ ایک نادر مثال ہے اس قسم کی کوشش اور دوسرے شعراء کے یہاں نہیں پائی جاتی جن شعراء نے اس مشکل وادی میں قدم رکھا ہے وہ تین زبانوں سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ انھوں نے چار اجنبی زبانوں کو ایک لڑی میں پرو کر جو غنائیت اور موزونیت پیدا کی ہے وہ باعثِ حیرت ہے ان کی یہ کوشش اس قدر کامیاب ہوئی کہ ان کی دوسری مقبول اردو نعتوں کی طرح یہ نعت بھی برصغیر میں خوب پڑھی جاتی ہے۔

لَمْ يَاتِ نَظِيْرُكَ فِي نَظَر — مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سوہے — تجھ کو شہ دوسرا جانا

امام احمد رضا نے عام شاعروں کے روش سے ہٹ کر یہ طریقہ کیوں اختیار کیا اس کی تفصیل ان کے دیوان حدائق بخشش کی شرح میں دیکھی جا سکتی ہے بہر حال اسی طرح غنائیت سے بھرپور ایک دوسرے سے مربوط ایک طویل نعت ہے جس میں سے مصرعہ کا پہلا حصہ عربی دوسرا حصہ فارسی دوسرے مصرعہ کا پہلا حصہ ھندی اور دوسرا اردو زبان پر مشتمل ہے۔

امام احمد رضا نے نعتیہ شاعری میں صرف نازک خیال ہی کو جگہ نہیں دی ہے بلکہ وصف رسالت پناہی کے لئے انھوں نے معقولات اور پھر اس میں ہیئت، نجوم، منطق اور فلسفہ جیسے مشکل اصطلاحات و مباحث سے بھی اپنے نازک خیالات کو ہم آہنگ کر کے لفظوں کے قالب میں ڈھال کر ایک مشکل روش ایجاد کی ہے۔ معقولات کے جن مطالب اور مفاہیم کا سمجھنا نثر میں مشکل ہوتا ہے وہ اسے کس خوش اسلوبی کے ساتھ شعر کی زبان میں سمجھاتے ہیں ملاحظہ کیجئے:

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل

کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو

محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

قصیدۂ معراجیہ کے درج بالا شعر میں ھندسہ اور مابعد الطبیعیات کی کیفیت سے بحث کی گئی ہے۔ منطق کے اثرات ملاحظہ فرمانے کے لئے قصیدۂ نور کا مطالعہ کیجئے امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے

حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

فلسفہ میں علت و معلول کی بحث بھی دوسرے مباحث کی طرح بڑی اھمیت کی حامل ہے اس بحث کو نعت کے رنگ میں جس طرح امام احمد رضا نے سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ قابل توجہ ہے فرماتے ہیں:

غایت و علت، سبب بہر جہاں تم ہو سب

تم سے بنا تم بنا تم پہ کروروں درود

علم نجوم کا رنگ نعت کے درج ذیل اشعار میں ملاحظہ کیجئے:

دنیا مزار، حشر، جہاں ہیں غفور ہیں

ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے

سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں

جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

علم طبقات الارض یعنی جیالوجی کا فن اس زمانے میں مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین علوم وفنون میں سے شمار ہوتا ہے۔اس مشکل علم وفن میں امام احمد رضا کا نعتیہ شعر ملاحظہ فرمایئے۔

نبوی خور علوی کوہ ،بولی معدن

حسنی لعل حسینی ہے تجلی تیرا

امام احمد رضا چونکہ صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ وہ علوم وفنون کے امام تھے البتہ شاعرانہ بصیرت انھیں اس درجہ حاصل تھی کہ وہ جس طرح چاہتے معقولات ومنقولات کے دقیق ترین مسائل کو اشعار کی زبان میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کردیتے شعر کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا اور اس کی شعریت بھی اپنی جگہ برقرار رہتی۔

شعر وسخن ان کا مخصوص میدان نہ تھا بنیادی طور پر وہ عالم دین تھے۔ فتوی نویسی اور رد بدعات و منکرات ان کا محبوب مشغلہ تھا۔پورے عالم اسلام سے ان کے پاس فتاوی آتے جن کا وہ تسلی بخش قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب دیا کرتے تھے۔فتوی نویسی کس قدر مشکل کام ہے اس کا اندازہ صحیح معنوں میں انھیں ہی ہو سکتا ہے جنھیں اس کام کو ذمہ دارانہ حیثیت سے انجام دینے کا سلیقہ ہو، اصلاح فکرو اعتقاد سے متعلق کتابیں لکھنا قلمی مباحثے کرنا اس پر مستزاد ہیں۔ اس کے علاوہ علم وفن کا کون سا ایسا گوشہ ہے جن سے انھیں شدبد ہی نہیں بلکہ کمال نہ حاصل ہو اور اس فن میں اپنی تصانیف یادگار نہ چھوڑی ہوں۔ تعویذ لینے والوں کی بھیڑ الگ ، دعائیں کرانے والوں کا ہجوم الگ ، خدمت خلق کی مصروفیت بھی اللہ کی پناہ، ان سب کچھ کے ہوتے ہوئے شاعری میں ندرت پیدا کرنا، عجب عجب طرح کے خیالات باندھنا، مضمون آفرینی کرنا اور وہ بھی اس طرح کہ شریعت کا دامن بھی ہاتھوں سے نہ چھوٹنے پائے مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل ترین امر ہے اس کے لئے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔

درکفے جام شریعت درکفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نہ داند جام وسنداں باختن

شعر وسخن میں شعراء الگ الگ خیالات کو باندھنے کے لئے مختلف اصناف سخن کا سہارا لیتے ہیں مگر امام احمد رضا کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو اصناف سخن کے تابع نہ کر کے شاعری کو اپنے تابع کرلیا اور جس صنف میں چاہا مشکل سے مشکل ترین خیالات پیش کردیئے۔ نعتیہ شاعری اس کی واضح ترین مثال ہے انھوں نے اس صنف کو اتنا وسیع کردیا کہ شعراء علم وفن کے ہر ایک دریچے سے شاعری

کا عینک لگا کر رسول مقبول ﷺ کے جمال جہاں آرا کا دیدار کر سکتے ہیں مگر یہ صرف شاعر کی صلاحیت اور مہارت فن پر منحصر ہے کہ وہ کس کس طرح اپنے محبوب کے فضائل و کمالات اور اوصاف و محامد کا ذکر کر کے اپنے شعر و سخن کو معراج کمال عطا کرتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس شاعر کی جہاں تک رسائی ہوتی ہے وہ بندش خیال میں وہاں تک ضرور پرواز کرتا ہے۔ جب شعراء نے عشق مجازی کا سہارا لیکر ایسی ایسی خیالات آفرینی کی ہے جنھیں پڑھ کر طبیعت جھومنے اور دل وجد کرنے لگتا ہے تو ان شعراء اور ان کے خیال کی ندرت کا حال ہوگا جنھوں نے اپنے محبوب سے عشق حقیقی کا دم بھرا ہو اگر گفتگو کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو شعراء کے دواوین سے ایسے اشعار ضرور پیش کیے جاتے جو عشق و محبت سے سرشار اور والہانہ عقیدت کے آئینہ دار ہوتے بہر حال رضا بریلوی نے اپنے محبوب دانائے غیوب ﷺ کو علم و فن کے ہر جھروکے سے دیکھا اور ان کے اہم اور ادق مضامین کو نعت کے سہارے شاعری کا لبادہ اوڑھا کر میدان شعر و سخن میں لا کھڑا کیا۔ ایسے نادر اور اچھوتے خیالات کو جگہ دینے والے باکمال شاعر کو اردو ادب میں کما حقہ جگہ نہیں مل سکی اس سلسلہ میں ارباب علم و ادب کی متعصبانہ ذہنیت پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

قطعہ تاریخ

از: طارق سلطانپوری۔پاکستان

سہ ماہی "افکارِ رضا" ممبئی (بھارت)

شمارہ نمبر ۴ جلد نمبر ۳ دسمبر ۱۹۹۷ء شعبان ۱۴۱۸ھ

"امام احمد رضا اور فنِ تاریخ گوئی"

کلیدی مضمون از ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

"شانِ دانائی رضا" ۱۴۱۸ھ "تاریخ گوئی کا سلطان" ۱۴۱۸ھ

"فخرِ رضا کی ندرت واہ" ۱۹۹۷ء "قسیم شعورِ تاریخ" ۱۹۹۷ء

یقیناً ہر زمانے میں رہے ہیں سخن گستر علم بردارِ تاریخ

ہیں کم دنیائے علم و شاعری میں رضا جیسے عجوبہ کارِ تاریخ

شمارہ چوتھا "افکارِ رضا" کا ہے اِک گنجینۂ اسرارِ تاریخ

حقیقت میں ہے اس کا صفحہ صفحہ خرد افزا تجلّی زارِ تاریخ

رضا کا، ہم کو انجم نے بتایا تھا اونچا کس قدر معیارِ تاریخ

رضا کے سر پہ رکھی دستِ حق نے بلند و خوشنما دستارِ تاریخ

عطائے خاص ربِّ ذوالمنن ہے نہیں سہل اہتمامِ کارِ تاریخ

فنِ تاریخ گوئی کا تفاخر رضا کے خوب تر اشعارِ تاریخ

بہ خوبی اس مقالے سے ہے واضح رضا کی قدرتِ اظہارِ تاریخ

کہا سالِ حصولِ اس کا طرب سے یہ ہیں طارق "عجیب آثارِ تاریخ"

۱۹۹۸ء

رضا فاؤنڈیشن کالیکٹ اور اس کی اہم پیشکش

حدائق بخشش "ملیالم"

غلام جابر شمس مصباحی ایم، اے استاذ مرکز الثقافۃ السنیہ، کالیکٹ، کیرلا

گجرات کی سرخیز سرزمین سے پیدائشی تعلق رکھنے والی، علم وارادہ کی آہنی شخصیت مولانا عبدالستار ہمدانی کی کوششوں سے اگست ۱۹۹۶ء میں رضا فاؤنڈیشن معرض وجود میں آیا، مسلسل دورے اور اپنی منصوص و جاندار تقریروں کی بنا پر مولانا علاقہ ملیبار میں اچھے خاصے مشہور ہو چلے تھے کہ اچانک چمکتا چاند گہن کے گہرے گھیرے میں آگیا، ہزار کوششوں کے باوجود بے باک و بامراد مرد کی کنواری آرزوئیں زیرِ زنداں تڑپ رہی ہیں اور ظالم گہن چھٹنے کا نام نہیں لیتا۔ خدا! تو کریم ہے اپنی شان کریمی سے کوئی سبیل پیدا فرما!!

مولانا ہمدانی مجلس میں کیا گئے کہ ان کا نو مولود فاؤنڈیشن مارِ فراق کے بوڑھا ہوا چاہتا ہے یا کھٹائی میں چلا چاہتا ہے۔ افکار رضا اور ان افکار سے اٹوٹ محبت کے تئیں میرے اور مولانا کے درمیان دیرینہ مراسم و تعلقات رہے ہیں۔ ان کی کاوش اور مرکز الثقافۃ السنیہ کالیکٹ کے سربراہ سماحۃ الشیخ ابوبکر بن احمد کی خواہش سے دلہن شہر بمبئی میں میری بساط خدمت علم لپیٹ دی گئی اور صحابہ کی دربدر گاہ شاداب شہر کالیکٹ میں مائدہ بچھ گیا۔ رمضان ۱۴۱۶ھ میں بات چیت ہوئی اور شوال میں مولانا مجھے ہمراہ لیکر کالیکٹ آگئے پھر واپس ہوتے ہی قید کی منحوس فصیلوں کو اپنا رفیق و دمساز بنالیا۔

مولانا ہمدانی ایک طرف دنیوی مال و دولت سے نہال و خوشحال تھے تو دوسری طرف متاع علم و قلم سے بھی مالا مال تھے۔ دانا تاجر تھے وہ، زیرک سرمایہ کار بھی۔ مولانا گیری تو کرتے نہیں تھے پاؤں میں تجارتی بیڑیاں رہنے کے باوجود فکر رضا کی تفہیم و توسیع، شرح و ترجمہ اور ترسیل و ابلاغ میں لخت لخت سرگرم عمل رہا کرتے تھے، تصانیف رضا میں سے کچھ کم سو کتاب و کتابچہ کا انھوں نے اپنی مادری زبان گجراتی میں ترجمہ کیا اور ذاتی صرفے سے شائع کرلیا، یہی کیا کم تھا کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی گجراتی مسلم قوم کو مفت مطالعہ کا موقع بھی فراہم کردیا، چونکہ مولانا کے پاس ناک بھی تھی اور سونا بھی، یعنی

دولت بھی تھی اور درد دین متین بھی، گرفتاری سے قبل مولانا کے دو برس بڑے تابناک گذرے جیسے
ان کا ذہن جوال تھا، ویسے ہی ان کا قلم سیال اور زبان تیز و جادو اثر، ابھی سال بھر کی بات ہے ساڑھے تین
سو صفحات پر مشتمل ان کی تازہ تحقیقی کتاب بعنوان "امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر" طبع ہو کر رونما ہوئی،
منہج تحریر گرچہ مناظراتی ہے تاہم اپنے مواد کے اعتبار سے موافق و مخالف، محققین و اہل قلم کے لئے
نئے نئے ابواب وا کرتی نظر آرہی ہے، حضور سید شاہ آل رسول حسنین نظمی مدظلہ نے اسے ایک تھیس
قرار دیا ہے ان کا مقدمہ بجائے خود ایک تحقیق و احتساب کا اہم مقالہ ہے، کتابت و طباعت کی خامیوں نے
اس کے ظاہری حسن کو اتار کر رکھ دیا ہے، معنوی رعنائیوں کے باوجود صوری بہاریں رخصت ہو گئی
ہیں۔

مولانا کے اس دو سالہ عہد میں ان کی زبان سوچ کر گویا ہوئی تھی اور اشہب قلم تازہ دم ہو کر تیور
بدل کر، (یعنی گجراتی کے بجائے ہندی، اردو) میدان میں اتر پڑا تھا۔ آہ! یہ کیا ہو گیا؟ زبان و قلم دونوں کو
تالا لگ گیا؟ نہیں! صرف زبان پر پہرہ ہے، قلم تو وہاں (جیل) بھی گل کھلا رہا ہے، بیل بوٹے اگا رہا ہے
حالیہ اطلاع کے مطابق حدائق بخشش کی شرح بسط و تفصیل سے لکھ رہے ہیں، کئی ہزار صفحات قلم بند
ہو چکے ہیں، جبکہ محض مقدمہ جب پھیلنا چاہا ہے تو آٹھ سو صفحات پر پھیلتا چلا گیا ہے آنکھیں بے قرار ہیں
کہ دیکھیں یہ شرح کس ادا، بانکپن اور طمطراق کے ساتھ انجمن آرا ہو رہی ہے، خدا روز دید جلد لائے۔

مولانا شاہ الحمید ملیباری فاؤنڈیشن کے دوسرے روح رواں تھے۔ وہ اتنی تنظیم و تحریک میں پہیّے
کی جگہ کام کرتے ہیں کہ کوئی گاڑی راست راستے پر چل ہی نہیں پاتی، تو پھر منزل تک پہونچنے کا کیا
سوال؟ پھر بھی وہ گاڑی کھینچے جا رہے ہیں، دسیوں تحریک کے دفتری کاغذات کا بوجھ ان کے کاندھے پر۔
پاؤں میں چھالے، بدن میں آبلے اور جان کے لالے پڑے جا رہے ہیں۔ آہ! رحم آتا ہے بیچاری جان پر، وہ
اکیلی کیا کیا کریگی، نہ جانے کیوں شاہ الحمید درجنوں ادارہ و انجمن کے صدر، سکریٹری اور ناظم و خازن بن
جاتے ہیں، ارے بھئی! کچھ تو ترس کھاؤ اپنی ہانپتی کانپتی سی جان پر۔ کیا فائدہ نئے نئے خیمے و دائرے
بنانے سے؟ کسی بھی پیڑ کی پرچھائیں میں بیٹھ کر اقوام عالم کی خدمت کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ دعوت و
اصلاح کا رخ توانا ہو اور ذرائع خدمت پرکشش ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ شمال و جنوب کو مصافحہ کرانے میں شاہ الحمید نے بصیرت افروز وکالت کا ثبوت دیا
ہے، یہ سچ بھی ہے اور نہیں بھی اس لئے کہ برسوں پہلے مصافحہ ہی نہیں معانقہ تک کا ثبوت موجود ہے،

مفتی مذاہب اربعہ غزالی عصر ابو السعادات شاہ شہاب الدین احمد کویا شالیاتی علیہ الرحمہ امام احمد رضا کے مایۂ ناز شاگرد رہے ہیں۔ اس زمانے میں نارتھ و ساؤتھ کے مابین زبان کی اجنبیت کے باوجود کچھ بھی بیگانہ پن نہ تھا امام احمد رضا کے کئی خلفاء و تلامذہ تعبر و ملیبار کے خطوں میں خدمت و دورے کر چکے ہیں، غزالی عصر علیہ الرحمۃ نے وہابی تحریک کی تباہ کاریوں کو ختم کرنے کے لئے بریلی و ملیبار ایک کر دیا تھا۔ "سنی جمعیۃ العلماء کیرلا" جب انھوں نے قائم کیا تو جمعیۃ کا پرچم وہ منتخب کیا جو بریلی میں "جماعت الانصار" کا پرچم تھا۔ عقیدۃً و عمل کی سطح پر یہ تمام طاقتور تعلقات تھے۔ دن بیتے گئے، ربط و تعلق ٹوٹتا گیا دونوں دو کنارے اپنے اپنے حصے کا کام کرتے رہے بیچ میں خلیج بڑھتی گئی نتیجہ کے طور پر دونوں اجنبی ہو کر رہ گئے، درمیان میں اجنبیت و بیگانگت کے پڑے پردے کو شاہ الحمید نے تار تار کیا ہے اور انہی ٹوٹے بوسیدہ اور مردہ روابط کی تازہ کاری میں وہ مسیحا ثابت ہوئے ہیں۔

شاہ الحمید دور حاضر کے ابن بطوطہ ہیں، ملک کی کوئی ریاست تو کیا کسی صوبے کا کوئی ضلع شاید ان کے پیروں تلے آنے سے بچا ہو۔ اولاً تو انھوں نے بریلی کے سنگریزوں کو بچھونا اور وہاں کی خاک کو نگاہوں کا سرمہ بنایا، ایک انجانا طالب علم کی حیثیت سے بریلی میں پڑا رہا، پھر وہیں سے وہ پورے شمال میں اپنی رسم و راہ بڑھائی، شیخ ابو بکر احمد بذات خود بریلی کئی بار تشریف لے گئے، اب تو ہر سال عرس رضا میں جانا ان کا معمول بن گیا ہے، خود سے مبارک پور بھی گئے اور وہاں کے علماء سے اپنا رسوخ بھی پیدا کیا، اس میں بھی شاہ الحمید کا کلیدی کردار ہے، شاہ الحمید ہی کی کوششوں سے مرکز میں شعبۂ حنفی کا قیام ہوا، اور انھیں کے توسط سے ملیباری طلبہ جامعہ اشرفیہ جانے لگے، پھر انھوں نے ایک لمبی جست لگائی اور جامعہ نظام الدین دھلی کے بانی علامہ ارشد القادری کو منانے میں کامیاب ہو گئے، نتیجۃً زیر ملکیت جامعہ اشرفیہ مبارکپور، جامعہ حضرت نظام الدین، مرکز الثقافہ کے زیر انتظام آگیا اور خود شاہ الحمید جامعہ کے سیاہ مالک بن گئے، بہر کیف اب بھی بعض حضرات شاہ الحمید کی ان سرگرمیوں کو شاطرانہ سمجھتے ہیں اور ان کی پل پل حرکت و تموج کو شک و شبے کی نظر سے دیکھتے ہیں اس امر میں سچائی اور ناسچائی کتنی ہے اس چیز کو شاہ الحمید اور سوچنے والے ہی بتا سکتے ہیں۔

بات دور جا پڑی، کہنا یہ تھا کہ فاؤنڈیشن کا قیام محض اس غرض سے ہوا کہ امام احمد رضا کے افکار و نظریات کا تعارف جنوب میں کرایا جائے اور عربی و انگلش کے ذریعے دوسری و تیسری دنیا میں بھی، مگر ہوا وہی جو سنی کے کسی بھی تحریک یا ادارے کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی جذبات میں آ کر بہت جلد بر سر پیکار

ہو جانا اور پھر اسی قوت و تیزی سے سرد پڑ جانا، مگر فاؤنڈیشن کی حرارت شاید باقی رہے گی، اس نے ذریعۂ آمدنی کے لئے رضا ڈی، ٹی، پی، کمپیوٹر سینٹر قائم کرلیا ہے جو اس کی بقا اور ترقی کا ضامن ہے۔ رضا لائبریری میں اسلامیات و رضویات کا ایک معتدبہ ذخیرہ بھی جمع کرلیا گیا ہے۔

اشاعتی کاموں میں البتہ کوئی نمایاں پیش رفت نہ ہوسکی تاہم جو کچھ بھی ہوا وہ علاقہ اور زبان کے لحاظ سے بہر حال اہم ہے۔ مثلاً شاہ الحمید نے امام احمد رضا کے متعلق ایک تعارفی کتابچہ ملیالم زبان میں لکھا جس سے کچھ روشنی ملیباری لوگوں کو ملی، پھر انھوں نے "حسام الحرمین" کا ترجمہ ملیالم ملخصاً کیا، اس کتاب نے خاصا اثر ڈالا۔ مولانا عبد الستار ہمدانی نے تمہید ایمان اور اذان قبر کا ہندی ترجمہ کیا تھا، ان کتابوں کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلّم رہی، مولانا ابو بکر سالیتھور نے کناڈا زبان میں امام احمد رضا کا پرچہ کرایا۔

نومبر ۱۹۹۸ء میں مرکز الثقافہ کا عالمی اجلاس منعقد ہوا جس میں چھ ملکوں کے تقریباً درجن بھر مندوبین شریک ہوئے اس موقعہ پر فاؤنڈیشن کی جانب سے ایک یادگار سالنامہ (عربی، اردو، انگلش) نہایت ہی شاندار گٹ اپ کے ساتھ شائع ہوا، یہ کام بھی نہایت اہم اور مرکز کی تاریخ کا نیا باب تھا اور خصوصاً باہر کے مہمانوں کو فضیلۃ الشیخ نے میرے ہاتھوں سے دلوایا، اور بالعموم علماء و خواص کو فری فراہم کرایا گیا، سالنامہ کی ترتیب و پیش کش میں میں نے جو کوشش کی اور طباعت کے مراحل سے گذارنے میں شاہ الحمید نے جو محنت کی اس کا اجر ہم دونوں اللہ سے چاہتے ہیں خدا اور مزید کام کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے، ہاں! شاہ الحمید سے مجھے ایک شکایت ہے کہ وہ بغیر پوچھے میرے مضامین کہیں اور کسی کے نام سے چھاپ دیتے ہیں۔

"حدائق بخشش ملیالم" جس کی شرح اور ترجمہ شاہ الحمید نے ملیالم زبان میں کیا، یہ کام وقیع اور باوزن ہے، بیل بوٹوں سے مزین سرورق کے وسط میں گنبد رضا پورے حسن و جمال کے ساتھ رونق افروز ہے، کتابت طباعت نہایت عمدہ و نفیس ہے، معنوی و صوری ہر دو پہلو حسین سے حسین تر ہے، جاذب نظر، پرکشش اور دلربا اتنا کہ کسی بھی میز پر بصد ہزار فخر رکھا جاسکتا ہے، قابل فخر اس پیش کش پر واجبی طور پر پوری جماعت کی طرف سے ھدیۂ تبریک کے حقدار ہیں، رضا فاؤنڈیشن کا ادنیٰ ذمہ دار، فکر رضا کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے میں پہلے انھیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، و درون دل سے یہ دعا بیتابانہ نکل رہی ہے کے علم و عمل میں برکات و اخلاص اترے۔

مترجم نے شرح و ترجمہ میں یہ اسالیب اپنائے ہیں، سب سے پہلے شعر کو صرف ملیالم رسم الخط میں بدل دیا ہے، پھر خالص ملیالم زبان میں ترجمہ کیا ہے، مشکل اردو و عربی الفاظ کا معنی (بطور حل لغات) نیچے حاشیہ پر ملیالم میں لکھا ہے، پھر حتی المقدور شعر کی شرح قلم بند کی گئی ہے، نعت و منقبت مع منظوم شجرۂ قادریہ برکاتیہ کل گیارہ بحروں کے ۲۱۳، اشعار کا ترجمہ و تشریح انھوں نے کی ہے، جو ایک سو ستر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، بقیہ ایک سو دس صفحات اردو میں ہیں، ایک صفحہ پر محقق اہل قلم حضرت عبد الحکیم شرف قادری پاکستان کے دعائیہ کلمات ہیں، تین صفحوں میں شاہ الحمید کے نام سے پیش لفظ ہے۔ پھر اہل دل قلم کار پروفیسر محمد مسعود احمد کا مرتب کردہ "حدائق بخشش" جدید سے سو سے زائد اوراق لے کر جوں کا توں ضم کر دیے گئے ہیں اس طرح کل صفحات ۲۸۰ ہیں۔

بحروں اور اشعار کی تفصیل یہ ہے

۱)	یاالٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے = یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے	۲۱ اشعار
۲)	واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا = نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا	۲۵ "
۳)	واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا = اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا	۲۵ "
۴)	تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا = تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا	۲۵ "
۵)	الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا = مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا	۲۵ "
۶)	ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا = خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا	۸ "
۷)	غم ہو گئے بیشمار آقا = بندہ تیرے نثار آقا	۱۸ "
۸)	محمد مظہر کامل ہے حق کی شانِ عزت کا = نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا	۲۲ "
۹)	لطف ان کا عام ہو ہی جائیگا = شاد ہر ناکام ہو ہی جائیگا	۱۷ "
۱۰)	لم یاتِ نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا = جگ راج کو تاج ترے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا	۱۰ "
۱۱)	نہ آسماں کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا = حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا	۱۷ "

حاجی شعیب صاحب نوری ریوڑی تالاب، بنارس یوپی نے اپنے مرحوم حاجی عبد القدوس رضوی کے ایصال ثواب کے لئے یہ کتاب چھپوائی ہے، حاجی شعیب صاحب نے ایک مثال قائم کی ہے جن کی دریادلی سے یہ کتاب شائع ہو کر علاقہ ملیبار میں فکر رضا اور عشق رضا کا پرچار کر رہی ہے مترجم و معاون

کے عمل و انفاق کو اللہ قبول فرمائے اور مرحوم کے قبر پر رحمت و نور کی بر کھا برسائے۔

فکر رضا در اصل قرآنی و ایمانی اور خالص اسلامی فکر ہے۔ اصولی نظریات رکھتی ہے، علوم قرآن و حدیث کی شارح و ترجمان ہے، پوری اسلامی برادری کی دو تہائی سے زیادہ کی آبادی اہل سنت کی ہے، فکر رضا اسی سواد اعظم کی نقیب اور نمائندہ ہے، اس وسعت و تنوع کے باوصف اس کا دائرہ کیوں سمٹ کر رہ گیا ہے، نہ کوئی پیش رفت ہے، نہ کوئی اقدام و انقلاب، اور نہ ہی ملکی و بین الممالک سنی خاندانوں سے ہمارا رابطہ و تعارف ہے، ہم جمود و کسلان کے شکار ہیں۔ تردیدی و مناظراتی اور دفاعی کاموں میں مصروف، اقدام و پیش قدمی تو کجا! خارجی حملوں کا دفاع و تدارک بھی ہم باحسن وجوہ نہیں کر پارہے ہیں، بسا اوقات شک و شبہ کے باعث صفائی دینا پڑتی ہے، خطباء، شعراء، نمود و نمائش کے متوالے اور رضا کے بھکے عقید تمند، رضا کے کاموں کو فضا میں اڑاتے ہیں، کھوکھلے نعرے بلند کر کے سوچتے ہیں کہ ہم تیس مار خاں بن گئے، محض جذباتی، وقتی اور ہنگامہ آرا نعروں سے کیا کوئی مشن زندہ رہ سکتا اور آگے بڑھ سکتا ہے؟ یہ سارا کاروبار راہ اعتدال سے ہٹ کر بالکل شعور اور دانشمندی کے خلاف ہو رہا ہے وہ بھی خوش فہم ہو کر، انہیں معلوم نہیں کہ بین الاقوامی سطح پر ہماری کیا حیثیت ہے، ہم کیا کر رہے ہیں اور کہاں جارہے ہیں۔

آج یہ امر انتہائی ضروری ہو گیا ہے کہ جماعت کا باشعور و بیدار مغز طبقہ حرکت میں آئے اسلامیاتی رضویاتی افکار و رجحانات کو زندہ زبانوں میں منتقل کیا جائے، دانش و تدبر، ماہرانہ منصوبہ بندی، اور حکیمانہ طریقہ کار کے ساتھ عوام و خواص، قریہ و شہر اور علمی ایوان و افراد تک پہونچایا جائے، امام احمد رضا چونکہ ہندوستانی تھے اس لئے سُنیانِ ہند کی ذمہ داری دو چند ہو جاتی ہے کہ وہ ملک کی ریاستی زبانوں میں بھی افراد پیدا کرے اور کام کرائے اردو، ہندی میں تو کام الحمد للہ ہو رہا ہے۔ تمل، تیلگو، ملیالم، بنگلہ اور آسامی زبانوں میں زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے، چونکہ ریاست کی ریاست اور کہیں پورا پورا علاقہ امام احمد رضا کے متعلق نفرت و بیزاری میں مبتلا اور غلط فہمیوں کا شکار ہے باوجودیکہ لوگ سنی ہیں۔ اپنا تجربہ یہ ہے کہ جب پردہ اٹھایا جاتا ہے تو پھر وہ گلے ملنے لگتے ہیں، کیا ضروری ہے کہ ایک ہی جگہ جلسہ پر جلسہ، کانفرنس پہ کانفرنس کیا جائے اور مدرسہ پہ مدرسہ اور دار العلوم پہ دار العلوم بنایا جائے، میدان و آفاق وسیع ہیں، ذہین و زیرک، نوجوان طبقہ زبان سیکھیں اور آگے بڑھیں یہ تو کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ طاقتور زبان عربی و انگلش میں کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بین الممالک و بین الاقوام اپنا

پیغام موثر اسلوب میں پہونچایا جائے اور اطراف عالم میں منتشر سنی کمپنی کو منظم کیا جائے۔

واضح ہو کہ یہ ساری دشواریاں اس لئے پیدا ہو گئی ہیں کہ اہل سنت مذہبی، سیاسی واقتصادی ہر سہ محاذ پر منتشر و کمزور ہے، دوسری جانب قادیانیت، وہابیت اور توحب کے دُکھ سے وجود پانے والی ٹولیاں سر جوڑ کر اپنا کام کر رہی ہیں ہر زبان ہر میدان اور ہر خطہ ارض پر پھیلی ہوئی ڈٹی ہوئی ہیں اور سانجھ سویرے ہمارا تعارف جھگڑالو، بے علم اور ساجد القبور کی حیثیت سے کرایا جارہا ہے، پرنٹ میڈیا سے لیکر الکٹرانک میڈیا تک کے ذرائع ابلاغ کو اپنا کر زہر پھیلایا جارہا ہے۔ وہابیت اپنے جنم دن ہی سے اس کوشش میں ہے کہ اہل سنت کو سبوتاژ کر دیں اور اپنی شاطرانہ چالبازیوں سے کہیں کہیں کامیاب بھی ہے، مثلاً حرمین شریفین پر اس کی غاصبانہ حکمرانی، وہابی ازم کی ایک شاخ مودودی ازم ہے مودودیت اپنے عصری لٹریچر کی جڑ ہر جگہ گاڑ چکی ہے، مودودی کا کوئی ورق ایسا نہیں جس کا ترجمہ ملیالم، تیلگو، تمل، بنگلہ وآسامی زبان میں نہ ہوا ہو، جبکہ مودودی قلم عرب وغرب میں بہت پہلے اپنا جادو جگا چکا ہے۔

ایک خوشخبری۔۔۔۔۔ تین سالوں سے یہ آواز کان میں پڑتی آرہی ہے کہ فضیلۃ الشیخ ابو بکر احمد، امام احمد رضا کی نفیس تحقیق "الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ" کا ترجمہ عربی زبان میں کر رہے ہیں، مگر ہنوز اس کام کا آغاز نہیں ہو سکا ہے چند دن ہوئے میں نے کتاب ان کے ٹیبل پر رکھ دی ہے اور لپٹ کر گذارش کی گئی ہے کہ وہ قلم ضرور اٹھائیں۔ وہ بھی کیا کریں نہایت درجہ مصروف شخصیت ہیں امید کہ اب یہ کام ہو جائیگا۔

"الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کا جدید اڈیشن جو حال ہی میں جانشین مفتی اعظم حضور ازہری میاں قبلہ کے زیر نگرانی چھپا ہے اک ذی استعداد ملباری عالم کے قلم سے ملیالم میں ترجمہ کروا رہا ہوں۔ تقریباً ڈھائی سو صفحات کا ترجمہ ہو چکا ہے، مکمل ہونے پر اصلاح و تصحیح کے لئے متمرس علماء ملیبار کی خدمات حاصل کی جائے گی پھر کتابت و طباعت کی منزلوں سے گذار دیا جائیگا۔ انشاء اللہ یہ کام علمی، تحقیقی، مؤثر با مقصد حد درجہ انقلابی ہوگا، قارئین کرام سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

مفتیٔ اعظم ہند کے اِفاداتِ علمیہ

فروغ احمد اعظمی مصباحی

دار العلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی - یوپی

مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ العزیز ۱۳۱۰ھ / ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۸۹۲ء / ۱۹۸۱ء بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز ایک ایسی عبقری شخصیت کا نام ہے جنھوں نے اپنے دور میں رشد و ہدایت، تبلیغ و دعوت، اور اصلاح امت کا فریضہ کچھ اس طرح انجام دیا کہ جس سے قرون اولیٰ کے ان مردان حق خاصان خدا، اولیائے کرام اور مصلحین و مبلغین اسلام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، جن کا نفس نفس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی میں گزرا اور ان کا ہر ہر عمل خدمت دین اور ہدایت مسلمین کے جذبے کا مظہر رہا، مفتیٔ اعظم ہند علم و عمل کا پیکر اور طہارت و تقویٰ کا سراپا تھے اور وہ سب کے لئے یہی پسند بھی کرتے تھے کہ ہر عالم و عامی مسلمان دین کی تعلیمات سمجھے اور سمجھ کر سچا اور باعمل مومن بن کر زندگی گزارے وہ ایمان و عقیدہ اعمال و اخلاق اور حقوق و معاملات ہر ایک شعبے میں انحراف و کجروی اور بے اعتدالی کو سخت ناپسند فرماتے تھے، اور اس پر فوراً ٹوکتے، اور مخلصانہ اصلاح فرماتے، خواہ سامنے کوئی بھی ہو اپنا ہو یا غیر، مسلم ہو یا غیر مسلم، ہم عقیدہ ہو یا بد عقیدہ، عالم ہو یا عامی، صاحب ثروت ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، مفتیٔ اعظم ہند تقریر و خطابت کے عادی نہ تھے، مگر اپنے رسوخ علم اور نہایت فضل و کمال کی وجہ سے مرجع عوام ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے علماء فضلائے عصر بھی آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے اور اپنے دور میں سند اور اتھارٹی سمجھے جانے والے یہ معاصر علماء و فقہا تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق، فلسفہ، نحو، صرف اور معانی و بیان وغیرہ علوم و فنون کے ہر طرح کے علمی و فنی اشکالات اور فقہی مشکلات ان کے سامنے پیش کرتے تھے اور مفتیٔ اعظم ہند انہیں چٹکی بجا کر حل فرما دیتے اور اپنے افادات و اصلاحات سے نواز کر مطمئن فرماتے، کسی کو کوئی خلاف شرع کام کرتے یا کہتے پاتے تو از خود تنبیہات فرماتے، دوران تقریر و شعر خوانی شرعی چوک، غلطی اور بے احتیاطی پر بر

وقت گرفت فرماتے، وہ زبان وبیان کا بھی خاص خیال فرماتے اور حسب ضرورت اصلاح فرماتے۔

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

مفتیٔ اعظم کے علمی افادات سے استفادہ کرنے والوں میں دار الافتاء کے ممتاز مسند نشین، درس گاہ کے باکمال و مشہور ترین اساتذہ ومدرسین، خانقاہ کے مرشدین، اسٹیج کے خطباء و مقررین اور اعلیٰ درجہ کے دانشوران و مفکرین شامل ہیں۔

آپکے افادات جہاں آپکے فتاوٰی اور دیگر درجنوں تصنیفات میں بکھرے ہوئے ہیں وہیں آپکے افادات دار الافتاء، درس گاہوں، نجی محفلوں اور سیرت کے جلسوں میں سامنے آئے جن کا بڑا حصہ اب تک قید تحریر میں نہیں آسکا ہے۔ مفتیٔ اعظم کے فیض یافتگان میں سے بیشتر حضرات ابھی باحیات ہیں انہیں چاہئے کے بلا تاخیر توجہ دیکر ان افادات کو ضبط تحریر میں لائیں ورنہ ایک عظیم علمی سرمایہ ضائع ہو جائے گا

مفتیٔ اعظم ہند کے دو نامور خلفاء اور میدان افتاء و تدریس کی مایۂ ناز بالغ نظر شخصیات استاذی خان معظم، نائب مفتیٔ اعظم، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم القدسیہ اور استاذی بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ اعظمی مدظلہ العالی اور بعض دیگر حضرات نے کچھ افادات کا ذکر کیا ہے ہم ان بزرگوں کے حوالے سے ان افادات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

علوم خمسہ :۔ مفتی محمد اعظم صاحب ٹانڈوی شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف و مفتی رضوی دار الافتاء فرماتے ہیں :

ایک بار جب کہ میں رضوی دار الافتاء میں بیٹھا مشکوۃ شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کیوں کہ مجھے یہ کتاب پڑھانے کو دی گئی تھی۔ حدیث جبرئیل میں جہاں قیامت کو ان پانچ علوم میں بتایا گیا ہے جنھیں بے بتائے کوئی نہیں جانتا، سوائے اللہ کے۔ میں اس حدیث کو کئی بار پڑھا چکا تھا، علوم خمسہ طلباء کو سمجھا چکا تھا مالہ وما علیہ۔ لیکن مجھے خود سمجھانے کے باوجود حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے اس حدیث کو سمجھنے کا شوق ہوا۔ میں نے حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ حضور! اس حدیث میں پانچ علوم کے مخلوق کو علم ذاتی نہ ہونے کی تخصیص کی۔ تو پانچ ہی کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟ حالانکہ کسی چیز کا علم ذاتی مخلوق کو نہیں ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم نے ارشاد فرمایا : آپ نے کہا علوم خمسہ کی

تخصیص کی گئی۔ یہاں تخصیص کہاں ہے؟ میں متنبہ ہوا اور سمجھ گیا کہ حضرت نے مجھے اس بات پر تنبیہ کی کہ آپ کو تخصیص نہیں کہنا چاہئے تھا کہ تخصیص، علم معانی وبیان میں خاص صورت میں ہوتی ہے، خاص کلمات کے ذریعہ، مثلاً نفی اور استثناء کے ذریعہ اور کلمہ انما کے ذریعہ اور تقدیم وغیرہ کے ذریعہ اور یہاں ایسی کوئی صورت نہیں۔ مجھے یہاں تخصیص نہیں بولنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد فوراً حضرت مفتیٔ اعظم نے فرمایا: یہ کہئے علوم خمسہ کی تخصیص بالذکر کی گئی ہے۔ اس تنبیہ سے میں نے حضرت مفتیٔ اعظم کے مبلغ علم کی بلندی اور تعمق نظر وفکر کو خوب سمجھ لیا اور میں نے اندازہ لگالیا کہ حضور مفتیٔ اعظم کا درس نظامی پر گہرا مطالعہ ہے، اگرچہ مفتیٔ اعظم کہلاتے ہیں مگر مدرس اعظم بھی ہیں، پھر حضرت نے وہ بتایا جو میں جاننا چاہتا تھا حضرت مفتیٔ اعظم نے فرمایا:

"بے شک عالم کے کسی ذرے کا بھی علم مخلوق کو بے عطائے الٰہی حاصل نہیں کہ علم ذاتی خاص ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ۔ حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پانچ چیزوں کا علم ذاتی مخلوق کو نہیں اور ان پانچ کے سوا معاذاللہ علم ذاتی مخلوق کو ہے۔ اصل میں پانچ کی تخصیص ذکر کے ساتھ، اس لئے کی گئی کہ اس زمانے میں کاہن، قائف اور ساحر وغیرہ ان پانچ چیزوں کے علم کا دعوی کیا کرتے تھے اور وہ گمراہ تھے۔ اس قابل نہیں تھے کہ اللہ عزوجل انہیں ان چیزوں کا علم عطا فرمائے۔ جب انھیں اللہ تعالیٰ نے بتایا نہیں اور وہ ان علوم کے جاننے کے مدعی تھے تو ان کے دعوی سے نکلتا تھا کہ انہیں ان چیزوں کا علم ذاتی ہے، تو قرآن وحدیث میں ان کا رد کیا گیا کہ اللہ رب العزت کے بے بتائے یہ جو دعوی کر رہے ہیں، وہ غلط اور باطل ہے۔ ان علوم کو بھی وہی جانتے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ بتائے اور یہ کاہن وغیرہ نہیں جانتے۔ یہ ہے وجہ، تخصیص بالذکر کی"۔

یہ ایک حدیث خاص حضرت نے مجھے سمجھائی اور پتہ نہ کتنی بار فتاوی سناتے اور دکھاتے وقت تفسیر وحدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں کے مطالب سمجھائے اور بتائے...... اھ

مقاماتِ انّ مکسورہ : جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کے استاذ مولانا عبدالخالق رضوی کا بیان ہے: ۱۹۷۳ء میں ایک روز بعد نماز عشاء میں، مولانا بلال احمد رضوی اور مولانا محمد ہاشم یوسفی، رضوی دارالافتاء میں حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ کی خدمت میں تبرکاً بخاری شریف پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت مفتیٔ اعظم نے بخاری شریف کی حدیث "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کمال شفقت سے

پڑھائی، عبارت پڑھتے وقت حضرت کا رعب علمی کچھ اس طرح غالب آیا کہ زبان سے اِنَّما کی بجائے اَنَّما نکل گیا۔ حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

اَنَّما نہیں اِنَّما ہے۔ اِنَّما متعدد مقامات پر آتا ہے

(۱) القول مصدر سے جتنے افعال مشتق ہوں جیسے قَالَ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

(۲) اسم موصول کے بعد جیسے : جَاءَ رَجُلٌ الَّذِیْ اِنَّهٗ قَائِمٌ

(۳) ابتداء کلام میں جیسے، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ

(۴) جس کی خبر میں لام تاکید آئے جیسے، اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

(۵) جوابات قسم میں جیسے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۲

سورج اپنے دائرے میں چلتا ہے : ایک مرتبہ شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جونپوری مصنف "قانون شریعت" اور صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میر ٹھی مصنف "بشیر القاری" رحمھما اللہ المولیٰ اور کچھ دوسرے علماء کرام کی موجودگی میں بارگاہ مفتیٔ اعظم میں چاند سورج وغیرہ کے متعلق گفتگو کے دوران حضرت مفتیٔ اعظم نے فرمایا۔

"زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ اور چاند و سورج چلتے ہیں"

اس پر علامہ میر ٹھی نے عرض کیا:

"قرآن مجید میں ہے " وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا "یعنی سورج چل رہا ہے اپنے مستقر میں تَجْرِیْ سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتا ہے اور مُسْتَقَرٍّ لَّهَا سے معلوم ہوتا ہے، کہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اور ایک قرار گاہ میں ٹھہرا رہتا۔ یہ دونوں باتیں کیسے صحیح ہوگی"

اس پر حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے فوراً جواب دیا:

"حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہما کو فرمایا گیا" وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ" تو کیا وہ زمین کے ایک حصے پر ٹھہرے رہتے تھے؟ چلتے نہیں تھے؟ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار سے اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا، چلتا ہے، مگر اپنے دائرہ حرکت میں"...... ۳۔

مقولہ عرب میں "مِنْ" کا مطلب :- شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی مفتیٔ اعظم کی ایک علمی مجلس کا حال یوں بیان فرماتے ہیں:

شرح مأۃ عامل میں عربی کا ایک مقولہ ہے " اَلنَّارُ فِی الشِّتَاءِ خَیْرٌ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ " جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ، جاڑے میں آگ اللہ ورسول سے بہتر ہے، اور ظاہر ہے یہ معنی کفری ہے۔

شرح مأۃ عامل میں یہ جواب دیا کہ مِنْ یہاں پر قسمیہ ہے۔ تو اب معنی یہ ہونگے کہ اللہ ورسول کی قسم جاڑے میں آگ بہتر ہے۔ مگر اس توجیہ پر بھی یہ اشکال ہے کہ اللہ کی قسم کھانا تو جائز ہے۔ مگر رسول کی قسم کھانا جائز نہیں۔ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں مذاکرہ ہوا۔ سب نے اپنے اپنے طور پر جوابات دیئے۔ پھر آخر میں حضرت مفتئ اعظم سے استفسار کیا گیا۔ حضرت نے ایسا جواب دیا جس سے اس جملہ کی صحیح توجیہ بھی ہوگئی۔ اور اشکال بھی اٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ "اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ آپ لوگ روزمرہ کے محاورے میں بولتے ہیں۔ یہ بات من جانب اللہ ہے اسی طور پر اس جملہ کو سمجھئے۔"

حضرت کے ارشاد سے صاف ہوگیا کہ " مِنْ " یہاں قسمیہ نہیں ہے کہ وہ اشکال ہو۔ جو گزرا، نہ تفصیل بتانے کے لئے۔ جیسا کہ اس جملے میں ذہن کو دھوکا ہوتا ہے۔ بلکہ مِنْ یہاں ابتداء غایت کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے :

"اللہ اور رسول کی جانب سے آگ جاڑے میں بہتر ہے"......۴

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور حضرت مفتئ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ممتاز خلیفہ اور کثیر الاستفادہ تلمیذ ہیں، جنھیں گیارہ سال سے زائد رضوی دار الافتاء میں مفتئ اعظم کے زیر نگرانی فتویٰ نویسی اور علمی استفادہ کرنے کا شرف حاصل ہے، وہ مفتئ اعظم کے افادات کے چند نمونے بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

توفِیھا :- ایک دفعہ میں نے لکھا تھا "توفیھا" فرمایا "فیھا" کے ساتھ "تو" کا کیا جوڑ؟......۵

ظاہر ہے کہ لفظ "تو" "لفظ فیھا" کے حرف "فاء" ہی کا ترجمہ ہے۔ اگر فاء کے ساتھ "تو" بھی جوڑا جائے، تو یہ ایسے ہی ہوا! جیسے آب زمزم کا پانی۔

مہر کی تانیث :- حضرت مفتی صاحب قبلہ آگے بیان فرماتے ہیں :

ہمارے اعظم گڑھ کے طرف میں "مہر" کو مونث استعمال کرتے ہیں، اس وجہ سے میں نے مہر کے لئے تانیث کا صیغہ استعمال کردیا، فوراً تنبیہ فرمائی......۷

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مفتئ

اعظم ہند ایک اچھے مدرس و مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے مقبول اور کامیاب خطیب بھی ہیں، تقریری جلسوں میں بارہا اسٹیج پر حضرت مفتیؔ اعظم ہند کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب کو تقریر کرنے کا اتفاق ہوا ہے، اور ساتھ میں سفر بھی فرمایا ہے، نیز بریلی شریف اور مبارک پور میں فیض صحبت بھی اٹھایا ہے، بحر العلوم نے اپنی یادداشت سے مفتیؔ اعظم ہند کے کچھ افادات کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ عمل کا استعمال : لفظ "عمل" کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے شرع میں کہیں بھی وارد نہیں، قرآن میں جہاں کہیں بھی لفظ ہے "فعل" کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں جیسے سورۂ بروج میں فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ اور سورہ حج میں اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ وغیرہ۔

"گیا" کے ایک جلسے میں حضرت بحر العلوم کی زبان سے اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "عمل" کا استعمال ہو گیا، تو مفتیؔ اعظم ہند نے بحر العلوم سے فرمایا:

"رات آپ نے تقریر میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ "عمل" کا استعمال فرمایا، اگر کہیں قرآن وحدیث میں یہ لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے آیا ہو، تب تو اس کا بولنا صحیح ہوگا، ورنہ نہیں، اس امر کی تحقیق کر لیجئے گا"

بحر العلوم لکھتے ہیں: آج پندرہ بیس سال ہو گئے اور میں اس سلسلے میں غور کر تا رہتا ہوں، مجھے تو کوئی ایسا محل استعمال نہ ملا......۷ ؎

مسلمان بد نصیب نہیں ہوتا : بحر لعلوم لکھتے ہیں:

مغربی یوپی کے کسی علاقے میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا:

بد نصیب مسلمان آج کل رات میں بارہ بجے تک سینما دیکھتے ہیں اور دن میں دس بجے تک سوتے ہیں، یک بیک (مفتیؔ اعظم ہند نے) بازو سے میری طرف پوری طرح مخاطب ہو کر کہا، نہایت بلند آواز میں بے حد بیزاری کے ساتھ، گویا مجھ پر پھٹ پڑے:

"مولانا! میں اس کو مان نہیں سکتا، کہ رسول اللہ ﷺ کی امت بد نصیب ہو، آپ اس کو بد نصیب نہ کہئے، کچھ اور کہہ لیجئے، حق یہ ہے کہ جس امت کے نگہبان رسول عربی ہوں وہ بد قسمت کیسے ہو سکتی ہے......۸ ؎

طوفان گذر جائے گا : بحر العلوم ہی کا بیان ہے:

اور (مفتیؔ اعظم کا) زبان وبیان کی اصلاح کا انداز تو بے حد دلچسپ اور پر لطف ہوتا ہے، ایک دفعہ

لوگوں نے آپ کے سامنے کہنا شروع کیا: طوفان (ایکسپریس) ایک بجے آرہا ہے، ایک بجے طوفان آرہا ہے" کئی بار اس جملے کو سن چکے تو فرمایا: "سبحان اللہ بولنے کا کیا انداز ہے "طوفان آرہا ہے" "طوفان آرہا ہے" میاں! کہنا ہی ہے تو یوں کہو "ایک بجے بریلی اسٹیشن سے طوفان گذر جائے گا"۔

بحر العلوم دونوں جملوں "طوفان آرہا ہے" اور "طوفان گذر جائے گا" کے فرق پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں! سبحان اللہ بات وہی ہے لیکن پہلے جملے کا ظاہر بے حد بھیانک ہے اور دوسرے کا ظاہر و باطن یکساں خوشگوار، تھوڑے سے تصرف نے قبح کو حسن بنا ڈالا"......۹۔

بلا کا حافظہ: مفتی اعظم زبان وبیان کی لطافت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی شان میں حد درجہ محتاط بھی تھے، وہ یہ بھی نہیں پسند فرماتے تھے کہ کوئی ایسا جملہ بھی استعمال کیا جائے، جس میں ظاہر ہی کے اعتبار سے کسی کوئی نقص یا بے ادبی کا ادنیٰ سا شائبہ تک موہوم ہوتا ہو، اگرچہ اس جملے کا استعمال مقام مدح وستائش میں عام ورائج ہو، مثلاً "بلا کا حافظہ"

حضرت بحر العلوم اس سلسلے کا ایک واقعہ اس طرح ذکر کرتے ہیں:

فتاوی رضویہ جلد سوم شائع ہوئی، تو آپ (مفتی اعظم ہند) کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک نسخہ لے کر حاضر خدمت ہوا، خیال ہوا کہ اس کا پیش لفظ سنا دیا جائے، پیش لفظ میں ایک جگہ حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی قوت حافظہ کے بارے میں تحریر تھا "حافظہ اس بلا کا تھا" بحر العلوم آگے فرماتے ہیں: پوری زندگی ہم نے اس جملے کو بار بار مقام مدح میں سنا اور پڑھا اور یہاں بھی موقع استعمال، موقع مدح ہی تھا، سن کر حضرت نے فرمایا:

"واہ واہ! آپ نے حضرت کے حافظے کی تعریف فرمائی ہے یا تنقیص کی ہے، آپ کا حافظہ بلا کا تھا، یہ بلا کون سی چیز ہے۔"

حضرت بحر العلوم اس اصلاح وتنبیہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، وہ اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "تب مجھے احساس ہوا، حضرت (مفتی اعظم) زبان وبیان کا بھی کس درجہ لطیف ذوق رکھتے تھے اور اس کی باریکیوں پر کیسی مہارت تامہ حاصل تھی، الغرض آپ کی بارگاہ میں شرعی لغزش ہو، یا اخلاقی و لسانی سب پر پوری دار و گیر ہوتی اور اعلان حق اور امر بالمعروف کا پورا پورا حق ادا کیا جاتا......۱۰۔

فاسق کے پیچھے نماز صحیح مگر مکروہ تحریمی ہے: ایک بنارسی مولوی صاحب نے سوال کیا

کہ حدیث پاک میں ہے کہ ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے ، صلّوا خلفَ کُلِّ بَرٍ فَاجِرٍ (حدیث) تو جب حدیث پاک سے ثابت ہے، تو نماز واجب الاعادہ کیوں ؟ اور دوسرے یہ کہ جس مکروہ تحریمی سے اعادہ واجب ہوتا ہے، وہ کون مکروہ تحریمی ہے ؟ خارج نماز یا داخل نماز ؟

حضرت مفتیٔ اعظم اس الجھن کے ازالے کے لئے حدیث کے مفہوم اور اس فقہی مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے افادۃً یوں رقمطراز ہیں۔

”جواز بمعنی صحت بھی ہوتا ہے اور بمعنی حل بھی، فاسق و مبتدع جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے، یعنی صحیح ہو جاتی ہے، مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے، فرض گردن سے اتر جاتا ہے اور ناجائز ہے، یعنی ان کے پیچھے پڑھنا انہیں امام بنانا، ردالمختار میں فرمایا جاز ای مع کراھة التحریم وہ حدیث جس کا مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے صلّوا خلفَ کُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ ، علامہ سید عبد الرؤف مناوی قدس سرہ تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں : صلّوا جوازاً خلفَ کُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ ای فاسق فَاِنَّ الصلٰوۃَ خلفَہٗ صحیحۃٌ لٰکِنَّھا مَکْرُوْھَۃٌ (مفتیٔ اعظم ہند آگے فرماتے ہیں) نماز جب کسی مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا ہو تو واجب الاعادہ ہوتی ہے ، کُلُّ صَلٰوۃٍ اُدِّیَتْ مَعَ کَرَاھَۃِ التَّحْرِیْمِ تَجِبُ اِعَادَتُھَا ، جب بحالت نماز ایک گناہ کا ارتکاب کیا، تو نماز اس کی ایک ناجائز امر پر مشتمل ہوئی، کراہت کے لئے اشتمال کافی ہے، وہ مکروہ خارج ہو یا داخل......۱۱

حوالہ جات

(۱) مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء صفحہ ۴۶، ۴۷

(۲) مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء صفحہ ۴۸، ۴۹

(۳) مفتیٔ اعظم ہند از عبدالنعیم عزیزی صفحہ ۴۱، ۴۳ بحوالہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء جلد ۱ صفحہ ۶۸

(۴) مقدمہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء جلد ۱ صفحہ ۶۸، ۶۹

(۵) انوار مفتیٔ اعظم صفحہ ۲۵۸، (۶) ایضاً صفحہ ۲۵۸

(۷) مفتیٔ اعظم نمبر ماہنامہ حجاز جدید دہلی صفحہ ۳۲ ستمبر اکتوبر ۹۰ ء

(۸) ایضاً صفحہ ۳۲ (۹) ایضاً صفحہ ۳۲

(۱۰) مفتیٔ اعظم نمبر ماہنامہ حجاز جدید دہلی صفحہ ۳۲ ستمبر اکتوبر ۹۰ ء

(۱۱) فتاویٰ مصطفویہ جلد ۲ صفحہ ۴۵

منقبت

درشان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر

فروغ احمد اعظمی

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

مفتی اعظم فقیہ اعظم ہندوستاں
وصف سے عاجز قلم ہیں اور قاصر ہیں زباں

فقہ وفتوی، زہد وتقوی اور ہدایت کے امام
وارث علم نبوت مظہر غوث زماں

بوالحسین نوری و مارہروی کے لاڈلے
نور چشم اعلیٰ حضرت تاجدار سنیا

کم غذا تھے اور تھے کم خواب اور کم گو بہت
تم میں تھیں موجود خاصان خدا کی خوبیاں

عالم و عالی شہنشاہ و گدا ہر ایک ہی
بہر کسب فیض آتے تھے تمھارے آستاں

وہ بہار بوستان قادریت ہیں فروغ
ان کی خوشبو سے معطر اور معنبر ہے جہاں

گلستانِ رضا کے گل خوشرنگ

مبلغ اسلام عبد العلیم میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہ

مولانا اختر حسین قادری بستوی (ایم، اے)

استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی۔ یوپی

اس عالم رنگ و بو اور نگار خانۂ قدرت میں بے شمار شخصیتیں ایسی وجود میں آئیں جن کے گیسوئے علم و حکمت کی خوشبو سے ایک جہان کے مشام جان معطر ہیں اور ایک عالم ان کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت کی سوغات پیش کر رہا ہے۔ ان اقبال مند اور بخت آور ہستیوں میں ماضی قریب میں ہمیں ایک ایسی شخصیت دکھائی پڑتی ہے، جو ہر میدان میں منفرد و ممتاز نظر آتی ہے جب اس نے اپنا اشہب قلم میدان تحقیق و تدقیق میں دوڑایا تو بڑے بڑے اصحاب قلم نے اس کی تحقیقات بدیعہ پر نقود نیاز لٹانے میں اپنی سعادت مندی اور سرمایۂ افتخار جانا، وعظ و تبلیغ کی جانب رخ کیا تو ہزاروں دلوں کی دنیا بدل دی اور سینکڑوں گم گشتہ راہوں کو منزل مقصود سے ہمکنار کر دیا، بے شمار زنگ آلود دلوں کا تزکیہ فرما کر گروہ اصفیا کی شمع فروزاں کر دی، اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر باطل نظریہ کی بیخ کنی فرمائی، اور ناموس رسالت کے قصر مشید میں نقب زنی کرنے والوں کو شاہراہ عام پر ننگا کر دیا، جس نے ہر محاذ کو سر کرنے کے لئے مقتضائے حال کے مطابق اسی طرح کے افراد تیار کئے اور اپنے علمی و روحانی فیضان سے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کو فیضیاب کیا اور کر رہا ہے۔

کہاں کھولے ہیں گیسو یار نے خوشبو کہاں تک ہے

اس نابغۂ روزگار کو دنیا امام احمد رضا حنفی قدس سرہ کے پیارے نام سے جانتی ہے اسی چمنستان فضل و کرم اور فردوس علم و حکمت ایک سر سبز و شاداب اور گل خوشرنگ و خوش نکہت کا نام عبد العلیم میرٹھی ثم مدنی ہے جن کے نقوش حیات کے چند گوشے بشکل ارمغان عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل

کر رہا ہوں، گر قبول افتد زہے عزوشرف

ولادت :۔ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی شہر میرٹھ کے ایک علمی اور ذی وقار خانوادہ کے چشم وچراغ ہیں، آپ نے ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو محلہ مشائخاں شہر میرٹھ، یوپی، انڈیا، میں اس عالم آب وگل میں قدم رکھا والد محترم مولانا عبدالحکیم صاحب ایک سچے عاشق رسول، جلیل القدر عالم دین، عابدوزاہداور درویش صفت انسان ساتھ ہی بلند پایہ شاعر بھی تھے......۱ے

اس طرح گویا مبلغ اسلام نے جب اس مشاھداتی دنیا میں آنکھیں کھولیں تو عشق وعرفان سے معطر فضا علم وحکمت سے پرنور ماحول اور اسلامی تعلیمات ودینی اقدار سے لبریز ایک پرکشش اور پاکیزہ سماں اپنے گردو پیش پایا، محبت رسول کے روشن چراغ اور عشق نبی کی شمع فروزاں سے دل ابتدائی دور ہی سے نورو تابناکی پانے لگا تھا، جو آگے چل کر خود ہی ایک ایسا ماہ تاباں بن گیا، جس کی خنک تاب چاندنی سے یورپ وافریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں زندگی گزارنے والے غیر مہذب وناشائستہ اقوام و قبائل نے چین وسکون اور تہذیب وتمدن کی روشنی حاصل کی۔ اور اسلام کی حسین وادیوں میں سیر کرنے کا لطف اٹھانے لگے۔

تعلیم وتربیت :

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارۂ سربلندی

مبلغ اسلام ان پاکیزہ ہستیوں میں سے تھے جن کی پیشانی پر سعادت اور ارجمندی کے نقوش ایام طفولیت ہی سے آشکارا تھے، خداداد ذہانت وفطانت، صداقت وراست بازی، نیک طینتی وخوب سیرتی اور اسلامی اقدار و تعلیمات کی نشر واشاعت کا جذبۂ صادق اوائل عمر ہی سے آپ کی ذات میں ھویدا تھا، آپ نے صرف چار سال کی قلیل مدت وعمر میں قرآن پاک ناظرہ ختم کرلیا والد ماجد سے عربی اور فارسی واردو کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد میرٹھ کی مشہور درس گاہ "مدرسہ عربیہ قومیہ" میں داخلہ لیا اور سولہ سال کی عمر میں وہاں سے آپ نے امتیازی حیثیت سے سند حاصل کی......۲ے

جیسا گے ماسبق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مبلغ اسلام کے دل میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ اور مذھب اسلام کو اکناف عالم میں پھیلانے کا جذبۂ بے پایاں ابتداء ہی سے موجزن تھا، اس لئے آپ کے

دل میں اس کے اسباب وذرائع کی تحصیل کا بھی کافی اشتیاق تھا، اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو کسی کے سامنے پیش کرنے اور کسی کو اپنے دین کی طرف لانے کے لئے آمادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اسے اس کے خیالات ورجحانات میں تبدیلی پیدا کرنے کو کہہ رہے ہیں، یہ وادی کتنی پرخار اور جاں گسل ہے اس کا صحیح اندازہ ایک داعی اسلام ہی کو ہوسکتا ہے، کسی کو اپنا مخاطب بنانے کے لئے اولاً جس چیز کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ ہے مخاطب کی زبان اور اس کے مزاج و طبیعت سے آشنائی تاکہ اپنی بات کو حسن وخوبی اس کے سامنے رکھ سکے اس لئے ایک مبلغ اسلام کو جہاں بہت ساری خوبیوں کا حامل ہونا ناگزیر ہے وہاں مختلف زبان ولسان اور علوم وفنون کا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف اقوام وقبائل کے مزاج وطبیعت سے آگاہی بھی لازمی امر ہے۔

علامہ عبدالعلیم میرٹھی قدس سرہ نے اسی احساس کے پیش نظر اسلامی قوانین وضوابط کا علم حاصل کرلینے کے بعد علوم جدیدہ اور مختلف لغت وزبان پر قدرت حاصل کرنے کی غرض سے انگریزی اسکولوں اور کالجوں کا رخ کیا اور اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک پاس کرکے ڈویژنل کالج میرٹھ سے ۱۹۱۷ء میں بی، اے کا امتحان امتیازی پوزیشن سے پاس کیا، کالج کی تعطیلات کے ایام میں امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر شرف نیاز حاصل کرتے اور اکتساب فیض کیا کرتے تھے...... ۳ ۔

میرٹھ کالج کی تعلیم کے دوران آپ کی علمی لیاقت کو دیکھ کر ارباب علم ودانش آپ کو آل برما ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر منتخب کیا اس کانفرنس میں آپ نے جو پُر مغز اور فکر انگیز اور اثر آفرین خطبہ پیش کیا اسے برما سیلون وغیرہ میں قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہوا، بعدہ برما کے ارباب بصیرت اور اصحاب فکر ونظر احباب سے تبلیغ اسلام اور مذہب حق کی ترویج واشاعت سے متعلق آپ نے گفتگو کی جس نے مستقبل میں تبلیغی مشن کے لئے کلیدی کردار ادا کیا...... ۴ ۔

مبلغ اسلام آغوش امام احمد رضا میں :-

مبلغ اسلام نے جس وقت شعور وآگہی کی دہلیز پر قدم رکھا اس وقت ہندوستان ایسے عظیم مذہبی فتنوں اور فاسد نظریات کی بھور میں پھنسا ہوا تھا، کہ جس سے نکلنا بظاہر آسان نہیں تھا، الحاد وبے دینی، نیچریت، دھریت، قادیانیت، وہابیت، دیوبندیت، چکڑالویت، غرضیکہ بے شمار طاغوتی طاقتیں جنم لے چکی تھیں، اور فاسد نظریات نے سر اٹھا رکھا تھا، اور سب کا مقابلہ وہ نابغۂ روزگار ہستی تن تنہا کر رہی تھی،

جس کی جلالت علمی کا خطبہ آج اپنے اور پرائے بھی پڑھ رہے ہیں، جس کی بے مثال اسلامی خدمات کا اعتراف پوری دنیا کر رہی ہے جس کے فکر و فن کی خوشبو سے شرق و غرب کا چپہ چپہ معطر ہے، وہ اپنے وقت کے شمع انجمن تھے کہ ارباب علم و دانش اور اصحاب شعور کے قلوب خود بخود اس کی طرف کھینچتے چلے جارہے تھے، عاشقان مصطفیٰ جوق در جوق شعور عشق و وفا کا درس لینے اور تشنگان علوم و معارف علمی و روحانی فیوض و برکات لینے اس کی بارگاہ میں صف آرا دکھائی دیتے۔

ہم ہوئے، تم ہوئے کہ میر ہوئے

ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اس کے علم و فضل کا شہرہ اس کے عشقِ رسالتماب کی کیفیت کا تذکرہ ملت اسلامیہ کے سود و زیاں کے حساس دل کی داستان مبلغ اسلام کے کانوں نے بھی سن رکھا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے بھی اس کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہہ کرنے کا شرف حاصل کیا، اور کالج کی چھٹیوں کے دنوں میں بریلی شریف حاضر ہو کر اس سے علمی و روحانی فیوض و برکات اخذ کئے، علم و حکمت فضل و کمال اور فکر و آگہی کی دولت بے بہا لے کر یگانۂ روزگار بن گئے بلکہ اپنے دور کے تمام علماء و مشائخ میں اس حیثیت سے بے مثال ہو گئے کہ داعی اسلام اور مبلغ اسلام کے ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔

یہ امام احمد رضا قدس سرہ کی ہی نگاہ کیمیا اثر کا ثمرہ تھا کہ آپ دنیا کے گوشے گوشے میں چراغ مصطفوی لے کر پہنچے اور شرار بو لہبی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا، امام احمد رضا کے فضل و احسان اور کرم و بخشش کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ عرض کرتے ہیں۔

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا

کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو ......۵۔

مبلغ اسلام نے شریعت و طریقت کے فیوض و برکات کا اکتساب کرنے کے لئے زبدۃ المشائخ امام احمد رضا کی خدمت میں حاضری دی اور آپ ہی کہ دست حق پرست پر بیعت ہو کر ہمیشہ کے لئے اسیر زلف رضا ہو گئے......۶۔

اور پھر یوں نغمہ سرا ہوئے

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت و طریقت کی

ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو......۷۔

مبلغ اسلام نگاہِ امام احمد رضا میں :-

امام احمد رضا قدس سرہ کو رب کائنات نے ایسی بے شمار صفات کریمہ اور اخلاق فاضلہ کا پیکر بنایا تھا ، جس کی مثال موجودہ دور میں نہیں ملتی وسیع النظر فی اور کشادہ دلی، خردہ نوازی اور اعزاز بخشی آج کے علماء و مشائخ میں خال خال نظر آتی ہے، مگر امام احمد رضا قدس سرہ اپنے معاصرین اور خلفاء و تلامذہ کو ان کے مراتب کے لحاظ سے اپنی طرف سے خطاب عطا فرماتے اپنے سے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی، بڑوں کی تعظیم و تکریم کو سرمایۂ افتخار جانتے تھے۔

ایک بلند پایہ محقق نادر المثال علمی وروحانی مرکز اور عدیم النظیر متجر فقیہ کی جانب سے ایسا اقدام اسی صورت میں وقوع پذیر ہو سکتا ہے جب کہ اس کے دل دردمند اور عقل ہوشمند میں عجب دریا، غرور نخوت، بغض و عناد اور خصوصاً حسد جیسی رذیل و قبیح صفت اور مضر جراثیم کا دور دور تک کہیں پتہ نہ ہو بلکہ اس کا دل خلوص وللّٰہیت کا پیکر، صدق و صفا کا مجسمہ ، محبت والفت اخوت و مساوات، پیار و شفقت کا شفاف آئینہ ہو۔

بلا شبہ امام احمد رضا کا دل وہ دردمند دل تھا جو ملت کی صلاح و فلاح کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتا تھا اور عشق رسول کی شمع ہر ایک دل میں فروزاں کرنے کے لئے جدو جہد کرتا رہتا تھا، جو مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت اور ناموس رسالت کی حفاظت میں خود تو سرگرم عمل رہتا ہی تھا جو بھی اس میدان عمل میں قدم رکھتا امام احمد رضا اسے اپنی پلکوں میں جگہ دیتے، سر پر بٹھاتے، دل میں سمو لیتے اور اس کا ایسا اعزاز فرماتے کہ لوگ ششدر رہ جاتے۔

امام احمد رضا نے اپنی اس کیفیت کو دل کے نہاں خانے سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا ہے، آیئے آپ بھی اس کے جلووں کی تابانی سے محظوظ ہولیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

> فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر بحمدہ تعالیٰ میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے ، قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر ؟ اور اگر دینی شرف وافضال میں زیادہ ہے، اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر

جانا، پھر حسد کیا اپنے معظم بابرکت پر!

اپنے میں جسے حمایت دین پر دیکھا اس کے نشر فضائل اور خلق کو
اس کی طرف مائل کرنے میں تحریراً و تقریراً ساعی رہا اس کے لئے عمدہ
القاب وضع کر کے شائع کئے جس پر میری کتاب المعتمد المستند وغیرہ
(الاستمداد) شاھد ہیں...... ۸ ؎

مبلغ اسلام جیسا ذکی وزیرک، مدبر و متفکر جو اشارۂ ابروئے رضا پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے وقف کر چکا ہو اور اپنے نجی اخراجات پر پیغام اسلام کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچا رہا ہو...... ۹ ؎ اور عشق رسالت کی شمع فروزاں لے کر یورپ اور امریکہ تک کے تاریک دلوں کو منور و درخشندہ کر رہا ہو تعلیمات رسول عربی کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے اپنی حیات مستعار کے ہر ہر لمحے کو نثار کر چکا ہو اپنی علمی سطوت و حشمت پُر زور قوت استدلال اور پُر کشش اسلوب بیان سے کلیساؤں تک کے دل جیت لئے ہو وحشی و بربر قوم کے غیر متمدن ماحول میں اسلامی تہذیب و تمدن کا تاج محل تیار کر رہا ہو، کیا ایسے عظیم داعی اسلام اور نازش اہل سنت کو امام اہل سنت نے بھلا قدر و منزلت کی نظروں سے نہ دیکھا ہوگا، دیکھا اور یقیناً دیکھا امام احمد رضا کو اس مبلغ کی علمی شان و شوکت پر ناز تھا، اس کی قوت استدلال اور رسوخ فی العلم پر وثوق و اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ امام اہل سنت نے دشمنان اسلام پر آپ کے فاتح و غالب ہونے کی بشارت دی اور آپ کے فضل و کمال پر مہر تصدیق ثبت فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

عبد علیم کے علم کو سن کر
جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں...... ۱۰ ؎

امام احمد رضا کے نزدیک مبلغ اسلام کا جو وقار تھا اور جس نگاہ لطف و کرم اور نظر شفقت و رحمت سے آپ کو دیکھتے تھے اس کا اندازہ آپ اس امر سے لگا سکتے ہیں کہ مبلغ اسلام کے نام کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ ضم فرما کر دلی تعلق و لگاؤ کا اظہار فرماتے ہوئے امام احمد رضا آپ کو علیم الرضا کے پیارے لقب سے یاد فرماتے تھے اور آپ کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کو دیکھ کر امام احمد رضا نے آپ کو خلافت و اجازت کے خلعت فاخرہ سے بھی سرفراز کیا، مصنف حیات علیم رضا لکھتے ہیں:

آپ کا شمار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خاص خلفاء میں سے

تھا، حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو علیم الرضا کے لقب سے بھی

مشرف فرمایا:.....۱۱ ؎

امام احمد رضا مبلغ اسلام کی نظر میں :-

استاذ کی عقیدت، پیر و مرشد کی ارادت اور اس کی بارگاہ میں نیاز مندی کا اظہار ایک عام بات ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک صاحب فکر صائب اور بلند شعور و آگہی کا مالک اس وقت تک کسی سے متاثر نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی شخصیت کا ہمہ جہت سے جائزہ نہیں لے لیتا اور اس کی ذات میں واقعی کمالات و محاسن نہیں دیکھ لیتا اگر کوئی فضل و کمال اور حکمت و دانش، تدبر و تفکر، زبان و بیان اور عقل سلیم و طبع مستقیم کا حامل شخص کسی کی بارگاہ میں سجدے نیاز لٹانے لگے اور اس کے سنگ در پر جبیں سائی کرتا ہوا دکھائی پڑے تو یقیناً اس ممدوح کی ذات میں فضائل و کمالات کے جلوے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ کر ہی ایسا کرنے پر مجبور ہوا ہوگا اور ایسی صورت میں غلو اور کذب بیانی رسمی مدح و ثنا نہیں بلکہ حقیقت اور واقعیت کے چہرے بے نقاب ہوتے دکھائی پڑتے ہیں۔

مبلغ اسلام کی شخصیت کوئی بے علم و ہنر نہیں تھی کہ اندھی تقلید میں اپنے مرشد و مربی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آتا ہے، مبلغ اسلام ایک مدبر و مفکر، دور اندیش صاحب بصیرت اور حامل فکر و فن تھے، جنھوں نے اقوام عالم کے مابین رہ کر اپنی فکری صلاحیتوں کا لوہا منوایا تھا، اور بین الاقوامی سطح پر اپنی دینی و مذہبی ملکی و سیاسی خدمات کی بنا پر عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مگر جب انھوں نے امام احمد رضا کی جامع الصفات شخصیت کو دیکھا ان کے فضل و کمال کا سکہ اپنوں اور بیگانوں پر بیٹھا ہوا پایا، عرب و عجم میں اس یگانۂ روزگار کی علمی سطوت کا ڈنکا بجتے ہوئے سنا، علوم و معارف سے معمور، شریعت و طریقت کا حسین سنگم، عشق رسالتماب سے لبریز، ملت کی صلاح و فلاح میں بے چین سینہ امام احمد رضا نظر آیا تو بر ملا اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنے مشاہدات و احساسات کو گلدستۂ نوبہار کی شکل میں بارگاہ رضا میں پیش کر دیا اور یوں نغمہ سنجی فرمایا:

اشعار

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
نسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

عزیق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محب خاص و منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو دین حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو......۱۲؎

مبلغ اسلام اور صفات داعیانہ:

ایک عظیم الشان داعی اسلام کا تبلیغ اسلام میں کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لئے کن اخلاق و اطوار اور اوصاف و خصائل سے متصف ہونا ضروری ہے، آیئے اس کی تفصیل ایک مبلغ اسلام علامہ بدر القادری صاحب کی زبان میں سنیں

آپ فرماتے ہیں اسلامی تبلیغ واشاعت دشوار ترین گھاٹی ہے جسے عبور کرنے کے لئے

(۱) مبلغین اسلام کے ہمراہ پختہ ایمان وعزیمت کا توشہ ہونا ضروری ہے۔

(۲) مبلغین کا سینہ اس احساس سے لبریز ہو کہ جو کام کررہاہے وہ خالص اللہ کی خوشنودی کے پیش نظر کررہاہے۔اس کے سوااور کچھ مقصود نہ ہو۔

(۳) خود داعی کی زندگی دعوت حق کی آئینہ دار ہو، اگر بالکلیہ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہو کہ جس عظیم دعوت کو وہ دوسروں کے سامنے پیش کر رہا ہے، اس کا عمل اس کے خلاف نہ ہو۔

(۴) ایمانیات پر اس کی نگاہ وسیع ہو۔

(۵) عقائد میں وہ خود اتنا پختہ ہو کہ اس میں کسی قسم کا تزلزل نہ ہو۔

(۶) اعمال حسنہ کی کھلی کھلی برکتوں پر خود اس کی نگاہ ہو۔

(۷) اور افعال شنیعہ کی تباہ کاریوں سے اس کا سینہ لرز رہا ہو۔

(۸) رضائے حق اسے ہر مرحلۂ حیات میں عزیز ہو۔

(۹) اور دعوت کی لذتوں سے ذہن وفکر آسودہ اور پر یقین ہوں۔

(۱۰) خدا کا قہر و غضب ہی اس کے لئے سب سے زیادہ ڈرنے کی چیز ہو۔

(۱۱) آیات انداز پر اس کے دل و نگاہ کانپ جاتے ہوں۔

(۱۲) راستی، اخلاص، مروت، صدق، دیانت، پاکبازی، حیا اور تقویٰ اس کی زندگی کے صفات ہوں۔

(۱۳) کبر، عجب، نفرت، فسق و فجور اور فواحش و منکرات سے وہ غلاظتوں کی طرح نفرت کرتا ہو۔

(۱۴) ضروریات دین سے کماحقہ واقف ہونا بھی مبلغ دین کے لئے ضروری ہے۔ مذکورہ بالا صفات کی مشعل سنبھالنے کے بعد حکمت و مصلحت کی روشنی میں دین کا شعور ساتھ لے کر جب کوئی اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے قدم آگے بڑھائے گا تو انشاء اللہ خداوند تعالیٰ اس کو اس کے نیک مقصد میں کامیابی سے سرفراز کرے گا...... ۱۳ے

اگر آپ اس لحاظ سے مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی زندگی کا مطالعہ کریں اور آپ کی شخصیت کا صفات داعیانہ کے تناظر میں جائزہ لیں کہ آپ اس معیار پر کیسے تھے تو آپ کو بہر صورت اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ علامہ عبدالعلیم میرٹھی کی اپنے مشن میں حیرت انگیز کامیابی خود ہی اس کی شہادت دے رہی ہے کہ یقیناً وہ ایک عظیم کردار و گفتار کے مالک اور تمام صفات داعیانہ سے مسلح تھے، ان کا خلوص، جذبہ وایثار، پاکیزہ نفسی، تواضع وانکساری، شیریں مقالی، راست گوئی نے ہی ان کو ایک تاریخ ساز شخصیت کی شکل میں پیش کیا ہے۔ آپ کے نامور خلیفہ

حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری قادری نے آپ کی ذات بابرکات کے تعلق سے فرمایا ہے کہ اول و آخر ایک ایسے مبلغ اسلام تھے کہ جو دور حاضر کی اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان کارنامہ انجام دے گئے اور ان کی للٰہیت کے نور نے اطراف و اکناف عالم میں بیشمار نفوس کو منور فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ اس روحانی واخلاقی انحطاط کے موجودہ دور میں مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اسلامی اقدار کا احیاء کیا اور اسلام کو دئے گئے دور حاضر کے چیلنج کا مجاہدانہ جذبہ کے ساتھ مقابلہ کیا...... ۱۴؎

مبلغ اسلام کی داعیانہ صلاحیتوں کا اعتراف اپنوں اور غیروں سبھی نے کیا ہے چنانچہ جارج برنارڈ شا جیسا مشہور زمانہ مفکر و مدبر اور فلسفی بھی آپ کی ان صفات کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

> آپ کی گفتگو اتنی دل چسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا...... ۱۵؎

ایک مقام پر پھر کہتا ہے کہ

> اس میں شک نہیں کہ آپ بڑے شاندار اور بہترین انداز میں اسلامی تعلیمات پیش کرتے ہیں...... ۱۶؎

ٹوکیو کے پروفیسر این، ایچ برلاس کہتے ہیں

> ہر شخص مولانا صدیقی کو پلیٹ فارم سے سن سکتا ہے اور اس سے محظوظ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو، جب کہ ایک جانب مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو دوسری جانب ان کی نغمہ باز آواز اور تیسری جانب ان کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو...... ۱۷؎

پاکستانؒ کے مشہور مورخ علامہ نور محمد قادری لکھتے ہیں۔

> حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی اس صدی کی تاریخ میں عالم اسلام کی بہت بڑی شخصیت گذرے ہیں، حضرت مولانا اس زمانہ کی الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے، ایل ایل بی ہونے کے علاوہ نہایت بلند پایہ عالم ربانی اور صاحب کشف اہل اللہ اور غوث پاک کے سلسلۂ قادریہ عالیہ کے صاحب اجازت بزرگ تھے فقہ حنفیہ اور شافعیہ میں کمال رکھتے تھے۔

......۱۸؎

مبلغ اسلام کے متعلق ارباب علم و دانش نے جو اظہار خیال فرمایا ہے اسے انشاء المولی تعالیٰ ایک الگ عنوان سے عرض کروں گا فی الحال مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مبلغ اسلام کو رب کائنات نے ایسی جامع الصفات شخصیت کی شکل میں منصۂ شہود پر ظاہر فرمایا تھا جو بلاشبہ قدرت کی عظیم دلیلوں میں سے ایک دلیل قدرت اور رسول ہاشمی کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ تھے، دنیا کے جس گوشہ میں پہنچے، پرچم اسلام کو بلند کیا، اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے مذہب مہذب کی حقانیت و آفاقیت کو شمس واس کی مثل ظاہر کر دیا، جس کا بین ثبوت آج یورپ و امریکہ اور صحرائے افریقہ تک دے رہے ہیں۔

مبلغ اسلام میدان خطابت میں :-

ابلاغ و تبلیغ اور مافی الضمیر کو کسی کے سامنے پیش کرنے کے موثر ترین ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ تقریر و خطابت ہے یہ وہ بہترین جوہر اور در بے بہا ہے جس کی چمک دمک ہر دور میں محسوس کی گئی ، عرب کے بادیہ نشین تو خطابت کا جوہر دکھانے کے لئے باقاعدہ اجتماعات کیا کرتے تھے، مردہ قلوب میں زندگی کی روح پھونکنے اور سرد قلوب میں گرمادینے کا بہترین اور کارگر ذریعہ یہی خطابت ہے، غلط رسم و رواج ، باطل خیالات ، بدعات ، خرافات اور منکرات شرعیہ کی روک تھام اور ان کی بیخ کنی اسلامی تعلیمات و تفہیمات کی نشر و اشاعت جہاں قلم سے ہوتی ہے ، وہیں زبان بھی ایک اہم رول ادا کرتی ہے رفتار زمانہ اور اس کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کون ذریعہ اختیار کرنا پسندیدہ اور زیادہ موثر ہوگا، یہ ایک نباض قوم و ملت اور ہوشمند و دور اندیش عالم ربانی کا کام ہے ، مبلغ اسلام نے عصری تقاضوں اور حالات زمانہ کے پیش نظر تقریر کو زیادہ اہمیت دی اور ان کی زندگی کا بیشتر حصہ وعظ و تقریر میں گذرا آپ کی مقررانہ صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ارشاد احمد علیمی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت عبدالعلیم میرٹھی قدس سرہ جادو بیان اور شعلہ بار مقرر تھے، آپ نے پہلی تقریر جامع مسجد میرٹھ میں اس وقت کی جب آپ کی عمر صرف نو سال تھی۔ آپ اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے اور اس موثر انداز سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل زبان بھی حیران رہ جاتے تھے، آپ اپنے خیالات کی ترجمانی بڑے دل نشین انداز میں کرتے جس قسم کا اجتماع دیکھتے اس قسم کی تقریر کرتے تھے......۱۹؎

ایک جگہ اور لکھتے ہیں

آپ کی انہیں مقررانہ صلاحیتوں کی بنا پر ایشیا اور یورپ کے مسلم مورخین نے آپ کو عدیم النظیر اوریٹر (ORATER) قرار دیا ہے..... ۲۰۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد رقمطراز ہیں:

حضرت مولانا میرٹھی دوسری زبانوں کے علاوہ انگریزی زبان پر حیرت انگیز عبور رکھتے تھے مولانا محمد علی جوہر انگریزی کے ماہر تھے، مگر انھوں نے اس سے وہ کام نہ لیا، جو مولانا میرٹھی علیہ الرحمہ نے لیا۔

راقم کو بھی مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی آواز میں بلا کی کشش اور کھنک تھی اردو، عربی، انگریزی اور بعض دوسری زبانوں میں بے تکان تقریر کرتے تھے..... ۲۱۔

مولانا عبدالحکیم شرف قادری پاکستان فرماتے ہیں:

حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی صدیقی شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے جب اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان فرماتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا، اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفہ اور دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دست اقدس پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے آپ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں اس روانی کے ساتھ تقریر کرتے تھے کہ خود اہل لسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتے..... ۲۲۔

مبلغ اسلام کے عظیم الشان کارنامے

مولانا میرٹھی نے مقتضائے حال کے مطابق حکمت عملی کو اپنایا اور جہاں جس طرح طریقہ عمل کو مفید جانا اور جس کی ضرورت محسوس کی اس کو بروئے کار لا کر پیغام اسلام کو عام سے عام تر کیا، اس سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اسے حیطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، مگر ہم اختصار کے ساتھ ان کے کارناموں کو (۴) خانوں میں رکھکر تھوڑی تھوڑی تفصیل پیش کرتے ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مولانا میرٹھی کی شخصیت کیسی ہمہ جہت اور گوناگوں اوصاف کی مالک تھی

(۱) تبلیغی خدمات (۲) تعمیری خدمات (۳) تنظیمی خدمات (۴) تصنیفی خدمات

تبلیغی خدمات :

اسلام کی سب سے عظیم خدمت یہ ہے کہ اس کا پیغام کرۂ ارض کے گوشے گوشے تک پہونچایا جائے اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی کا ضامن مذہب اسلام ان کے دلوں میں اتار دیا جائے، مشکوٰۃ نبوت کے انوار و تجلیات سے کائنات کے ذرے ذرے کو روشن و درخشندہ کر دیا جائے اور تعلیمات اسلام کی گونج سے اکناف عالم کو بھر دیا جائے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عظیم ذمہ داری کو حتی المقدور نبھایا جائے اپنوں اور بیگانوں کو اسلام کا شیدائی بنایا جائے، یہی وہ عظیم مذہب ہے جس پر امت محمدیہ علی صاحبھا السلام کو فائز ہونے کا شرف حاصل ہے، ارشاد قرآنی ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت	تم اے مسلمانوں بہترین
للناس تامرون بالمعروف	امت ہو جو لوگوں کے
و تنهون عن المنكر	لئے ظاہر کی گئی۔ اچھے
......۲۳ھ	کاموں کا حکم دیتے ہو اور
	برے کاموں سے روکتے
	ہو

مبلغ اسلام عبدالعلیم صدیقی نے دعوت و تبلیغ کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے اس کی نظیر دور دور تک نہیں ملتی، ستر ہزار غیر مسلموں کو دامن اسلام سے وابستہ کرنا اور ان کے دماغ میں تعلیمات اسلامی کو اتار دینا یہ وہ غیر معمولی کارنامہ ہے جو لاریب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

بر صغیر و یورپ کا ایک عظیم مبلغ

سماحۃ الشیخ علامہ عبداللہ عزیزی صاحب قبلہ مدظلہ العالی رقمطراز ہیں

البتہ بیسویں صدی میں حضرت مبلغ اسلام کی ذات قدسی صفات نے بے سروسامانی کے عالم میں اپنا تبلیغی مشن جاری کیا تو اپنی پرکشش شخصیت سے کتنے بے راہ روں کو راہ ہدایت پر لائے اور کتنے گم کشتہ راہ ضلالت کو ہدایت کی مشعل ہاتھ میں دے دی پھر انہوں نے بر صغیر ہی تک اپنے

اس عمل خیر کو محدود نہیں رکھا، بلکہ دوسرے ممالک میں بھی اپنی قوت تاثیر سے دلوں کو اسلام کے لئے مسخر کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی، آج دنیا میں سینکڑوں مبلغین کام کررہے ہیں اور لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے کی جد جہد میں مصروف عمل ہیں، تاہم ان کا اکیلا کارنامہ ان تمام حضرات کے کارناموں پر بہت بھاری نظر آرہا ہے...... ۲۴ے

ستر ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام:

آپ کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے مرزا ارشاد احمد علیمی صاحب ارقام فرماتے ہیں

حضرت مولانا صدیقی مرحوم و مغفور نے بر صغیر پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ یورپ اور افریقہ کے بیشتر ممالک میں محدود وسائل اور انتہائی نامساعد حالات میں اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچایا آپ کی ان مخلصانہ تبلیغی کوششوں سے ستر ہزار سے زائد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، جن میں صرف یورپین باشندوں کی تعداد پچیس ہزار تھی...... ۲۵ے

مبلغین کے قافلے کا سالار:

اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب آپ کی تبلیغی خدمات سے متاثر ہو کر یوں صفحۂ قرطاس پر اظہار خیال فرماتے ہیں:

حضرت مولانا میر ٹھی اس صدی کے مبلغین اسلام کے قافلۂ سالار ہیں انھوں نے دنیا کے بیسوں ممالک کا دورہ کیا، اور ہزاروں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا جس میں پروفیسر بھی ہیں، دانشور بھی ہیں، عمائدین اور اعیان مملکت بھی ہیں...... ۲۶ے

چند عظیم نو مسلم شخصیتیں:

مبلغ اسلام کی تبلیغ و دعوت کا حال عظیم شخصیتوں کی زبان سے سن لینے کے بعد آیئے میں آپ کو ان چند خوش بخت حضرات کا حال سناؤں جنہیں مبلغ اسلام کی تبلیغی کوششوں سے اسلام جیسا ضابطۂ حیات ملا اور دامن اسلام سے وابستہ ہو کر سعادت دارین سے سر فرازی ملی۔

ماریشش کا گورنر:

مبلغ اسلام ۱۹۲۸ء میں ماریشش تشریف لے گئے اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت کا کام نہایت حسن خوبی کے ساتھ انجام دیا اس کا ثمرہ اہل اسلام کو یہ ملا کہ ماریشش کے فرانسیسی گورنر مسٹر مروات (MERWATE) جیسی عظیم شخصیت دامن اسلام سے وابستہ ہوگئی جن کی وجہ سے مبلغ اسلام کو اپنے مشن میں مزید سہولتیں میسر آئیں اور انہیں کے توسط سے آپ نے مراکش کے مشہور لیڈر غازی عبدالکریم سے قید میں ملاقات کی...... ۲۷۔

سیلون کا وزیر:

مبلغ اسلام نے ۱۹۲۳ء میں سیلون کا تبلیغی دورہ فرمایا اور اپنی حکیمانہ اور عالمانہ دعوت و تبلیغ سے بے شمار مردہ قلوب کو ایمان کی زندگی عطا فرمائی اور ان کی کشت حیات کو سر سبز و شاداب کیا، ان فیروز بختوں میں محترم "ریونڈ گنک بری" کا نام بالخصوص قابل ذکر ہے، آپ حکومت سیلون کے وزیر تھے اور کولمبو یونیورسٹی کے پروفیسر بھی رہ چکے تھے، مگر اس سے زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ نے بیس سال کا طویل عرصہ نصرانیت کی ترویج واشاعت میں گذارا، آپ مسیحیت کے عظیم مبلغ اور پادری تھے، مگر مبلغ اسلام کی مترنم اور کیف بار آواز میں اسلام کی حقانیت کو سننے کے بعد وادی نور میں سیر کرنے لگے اور خود کو دامن اسلام سے وابستہ کرلیا، مبلغ اسلام کی اس بے مثال تبلیغی کامیابی پر مسلمانان بمبئی نے ان الفاظ میں تہنیت نامہ پیش کیا ہے:

سیلون میں پادری ریونڈ گنک بری پروفیسر کولمبو یونیورسٹی کا ایک معرکۃ الآرا جلسہ میں آپ کی تقریر سے اثر پاکر دولت اسلام کا شرف حاصل کرنا ایک بے مثال کامیابی ہے۔ خصوصاً جب کہ ان بزرگ نے اپنی عمر کے بیس برس محض خدمت نصرانیت پر صرف کئے، ایسے پختہ کار شخص کی طبیعت پر اسلام کا سکہ بٹھانا آپ ہی جیسے مقرر کا کمال تھا اور خدائے تعالیٰ کا فضل آپ کے شامل حال ہے کہ اس نے یہ مقدس خدمت اسلام آپ کے ہاتھ سے اتمام کو پہنچائی...... ۲۸۔

سنگاپور کا بیرسٹر:

۷، اپریل ۱۹۳۱ء کی صبح کو جہاز ٹیریا کے ذریعہ مبلغ اسلام نے سنگاپور میں قدم رنجہ فرمایا، آپ کے قدوم میمنت لزوم سے شہریوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، آپ کی پر اثر تقریر سے سنگاپور میں بے شمار

لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ان میں ایک عظیم شخصیت مسٹر پچند رانا تھ دت کی ہے آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ ھفت روزہ الفقیہ امر تسر ۲۸ مئی ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۰ پر یوں مذکور ہے

> دن بھر مسلم وغیر مسلم ملاقات کے لئے آتے رہے، اور مولانا کے مدلل طرز کلام سے اپنے شبہات میں تسلی پاتے رہے، اسی سلسلے میں مسٹر پچند رانا تھ دت ایم، اے، ایل، ایل، بی بیر سٹرایٹ لاجو سنگاپور کے نہایت مشہور بیر سٹروں میں سے ہیں، مولانا موصوف سے ملے، چند ملاقاتوں میں دینی گفتگو اور چند تقریروں کی شرکت نے ان کو اس درجہ متاثر کیا کہ ۳ مئی ۱۹۳۱ء یک شنبہ کی سہ پہر ساڑھے چار بجے مدرسہ الجنید کے صحن میں ہزاروں مسلمین اور غیر مسلمین کے مجمع کے سامنے بطیب خاطر مولانا موصوف کے دست حق پرست پر مشرف با اسلام ہوئے اسلامی نام سراج النور دت رکھا گیا......۲۹۔

یہ ان چند سربر آوردہ حضرات کے نام پیش کیے گئے ہیں جنھوں نے مبلغ اسلام کی جادو بیانی اور دلائل و براھین سے مزین نورانی و حقانی تقریرات و خطبات سے متاثر ہو کر اپنی قسمتوں کو عروج وارتقاء کی منزل پر پہنچایا ہے، ورنہ اس طرح کے بے شمار افراد ہیں جن کو مبلغ اسلام کی بدولت سرکار ابد قرار علیہ السلام کی غلامی کا شرف حاصل ہوا، اگر ان سب کا ذکر کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تعمیری خدمات:

یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن اور ثقافت کے تحفظ کے لئے مساجد و مدارس کلیدی اور بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں امت مسلمہ کی اجتماعیت و یگانگت کا حسین منظر دیکھنا ہو تو مساجد و عبادت گاہوں کا رخ کیا جائے اور مذہبی معاشرہ اور اسلامی سوسائٹی کے جلوے دیکھنا ہو تو مدارس عربیہ اور دینی دانش گاہوں کا رخ کیا جائے پھر یہ عقدہ خود بخود کھل جائے کہ آج کی اس مغربی تہذیب اور بد عقیدگی کی مسموم فضا اور متعفن ماحول میں اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی

حفاظت وصیانت کے اہم مراکز یہی سنی دانش گاہیں اور مساجد ہی ہیں جو تعلیمات اسلام کو فروغ دینے کے لئے تن من دھن سے لگی ہوئی ہیں۔ بلا شبہ مساجد کی اہمیت معاشرت و سماج میں وہی ہے جو پاور ہاؤس کی اہمیت بجلی کی سپلائی میں ہوتی ہے اور بقول ڈاکٹر مصطفیٰ رفعت صاحب، جس طرح موٹر کار کی مرمت اور نگہداشت کا کام گیرج میں ہوتا ہے اسی طرح ہماری اسلامی زندگی کی اصلاح مساجد سے ہوتی ہے...... ۳۰۔

اور مدارس و علمی دانش گاہوں کی اہمیت وافادیت تو اظہر من الشمس ہے خصوصاً اس دور پر فتن میں جب کہ تمام اسلام دشمن تحریکیں اپنے فکری ہتھیاروں سے لیس ہو کر دنیا بھر میں اپنے اثر ورسوخ کو تیز کرنے میں منہمک ہیں اور امت مسلمہ کے فرزندوں کو علمی فکری تمدنی ہر لحاظ سے مفلوج و معطل کرنے کا پروگرام چلا رہی ہیں اور مسلمانوں کے سینوں سے ایمان واسلام کی حرارت و حمیت زائل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش میں مصروف ہیں اور بڑی عیاری سے اپنے علوم وافکار کو مسلم معاشرے میں پھیلانے کا کام انجام دے رہی ہے۔

لب ِ حالات میں ایک مخلص مبلغ اور داعی اسلام کا جو فریضہ بنتا ہے اسے بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں علامہ عبدالعلیم میرٹھی انہیں اسباب و عوامل کے پیش نظر دنیا کے جس خطے میں پہونچے مساجد ومدارس قائم کئے اور فرزندان اسلام کو سیرت رسول اکرم ﷺ ذخیرۂ احادیث نبویہ، ماخذ اسلام اور حیات صحابہ سے روشناس کرایا ساتھ ہی تزکیۂ نفس، تطہیر باطن اور عبادت وریاضت کے مراکز تعمیر کئے۔

چند مشہور مساجد ومدارس :

ویسے تو مبلغ اسلام نے بے شمار مساجد و معابد اور دانش گاہوں کی بنیادیں رکھیں اور بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کے بانی ہوئے مگر ہم نہایت اختصار کے ساتھ چند مشہور و معروف مساجد ومدارس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مساجد

(۱) حنفی جامع مسجد کولمبو :

مبلغ اسلام ۱۹۲۳ء میں سیلون تشریف لے گئے جسے آج کل لنکا کے نام سے جانا جاتا ہے

اس ملک کا دار السلطنت کولمبو ہے آپ نے وہاں اپنی خطیبانہ شخصیت کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کے قریب کیا اور وقت کے تقاضے کے پیش نظر ایک عظیم پر شکوہ مسجد تعمیر کرائی کولمبو کی سر زمین پر آج بھی وہ ملک کی عظیم اور خوشنما خوبصورت مسجد مانی جاتی ہے چنانچہ جناب مرزا ارشاد علیمی رقمطراز ہیں :

کولمبو میں میمن حنفی مسجد کی تعمیر کے لئے کام کیا یہ مسجد پورے ملک میں سب مساجد سے زیادہ شاندار ہے......۳۱ے

سلطان مسجد سنگاپور :

مبلغ اسلام ۷ اپریل ۱۹۳۱ء کی صبح کو سنگاپور تشریف فرما ہوئے اور معززین شہر کے جم غفیر نے آپ کا استقبال کیا پھولوں کے ہار اور عطر وگلاب سے آپ کی تواضع کی گئی......۳۲ے اور بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا آپ نے ان کے مذہبی تشخص کی حفظ وصیانت اور اسلامی تہذیب وتمدن کے تحفظ کے پیش نظر ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جو پورے ملک میں مشہور ہے جناب خلیل رانا صاحب لکھتے ہیں۔

بہت سی مساجد تعمیر کرائیں عظیم الشان مساجد میں سلطان مسجد سنگاپور وغیرہ خاص طور پر مشہور ہیں......۳۳ے

(۳) مسجد ناگریا :

جاپان کے مسلمان آپ کی تقریر کے دلدادہ تھے انھوں نے آپ کو مدعو کیا آپ وہاں تشریف لے گئے اور بے شمار اسلامی تعلیمات واقدار سے روشناس کرایا اور وہاں ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی جیسا کے جناب خلیل رانا صاحب لکھتے ہیں۔

"عظیم الشان مساجد میں مسجد ناگریا جاپان خاص طور پر مشہور ہے "......۳۴ے

مدارس وجامعات

(۱) دار العلوم علیمیہ انڈیا :

ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا مردم خیز خطہ جسے ضلع بستی کے نام سے جانا جاتا ہے اسی

ضلع میں شہر سے تقریبہ ۱۵ کلو میٹر دور شمالی مشرق میں نیپال روڈ پر واقع موضع جمداشاہی ہے جہاں ملک کی یہ عظیم دانش گاہ علیمیہ قائم ہے..... ۳۵۔ یہاں کے خوش عقیدہ مسلمان عموماً حضرت مبلغ اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں جن میں کچھ لوگ آج بھی بڑی محبت و عقیدت سے مبلغ اسلام کا ذکر کرنے والے موجود ہیں مبلغ اسلام کی دوربین نگاہ ہی یہاں ادارہ کے قیام کا سبب بنی چنانچہ ۱۹۵۳ء میں یہ ادارہ مبلغ اسلام کے نام سے منسوب کر کے قائم ہوا اور آج بحمدہ تعالیٰ ہندوستان بھر میں اہل سنت کے مدارس میں ایک اہم مقام رکھتا ہے جس میں جدید عربی انگلش اور علوم قدیمہ و جدیدہ کی اعلیٰ تعلیم کا معقول بندوبست ہے ادارہ میں قائم علیمی لائبریری تمام دانشوروں کی نگاہ میں قابل احترام مانی جاتی ہے اس ادارہ سے سالانہ عربی میگزین بنام "الشباب الاسلامی" نکلتا ہے جو مختلف عناوین و موضوعات پر مشتمل ہوتا ہے اور تمامی مضامین ادارہ کے طلباء کے ہوتے ہیں حضرت مبلغ اسلام کے فیوض وبرکات کا یہ چشمہ ہندوستان میں دارالعلوم علیمیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے جہاں امت محمدیہ کے نونہالان علوم نبویہ حاصل کر کے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل کر مبلغ اسلام کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں۔

(۲) عربی یونیورسٹی ملایا:

ملایا میں قادیانیت اپنی پوری توانائی کے ساتھ مصروف عمل تھی اور اسلام کے نام پر لوگوں کو قادیانیت کی زہریلی شراب پلا رہی تھی مبلغ اسلام ملایا تشریف لے گئے اور قادیانیت کے خلاف عربی، انگلش، اردو میں تقریریں کرنا شروع کیں جس سے ان گمراہوں کا اثر زائل ہو گیا پھر آپ نے وہاں ایک عظیم عربی یونیورسٹی قائم فرمائی تاکہ لوگ صحیح اسلامی اصول و نظریات سے آشنا ہوں ساتھ ہی اس مادی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے کچھ فراہم کر سکیں یونیورسٹی کے قیام کے تعلق سے مرزا ارشاد صاحب ارقام فرماتے ہیں۔

> آپ نے ملایا میں جناب محمد ابراھیم الشاگوف کے تعاون سے عربی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی..... ۳۶۔

(۳) غفوریہ عربی اسکول کولمبو:

مبلغ اسلام نے کولمبو کو اپنی فیض رساں شخصیت سے زیادہ محظوظ فرمایا چنانچہ آپ وہاں متعدد بار

تشریف لے گئے اور ان گنت اسلامی مراکز تعمیر کرائے۔ جب آپ ۱۹۲۳ء میں تشریف لے گئے تو ایک عظیم الشان مسجد قائم فرمائی اور جب ۱۹۳۳ء میں قدم رنجہ فرمایا تو کولمبو کے نزدیک ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی اور نونہالان اسلام کے عقائد و نظریات کے تحفظ کا سامان فراہم کیا اس دینی دانش گاہ کو غفوریہ عربی اسکول کے نام سے جانا جاتا ہے مرزا ارشاد صاحب لکھتے ہیں۔

"کولمبو کے نزدیک غفوریہ عربی اسکول قائم کیا"......۳۷۔

تنظیمی خدمات :

بہت مشہور ہے کہ ایک ایک مل کر گیارہ ہوتے ہیں حافظ ملت کا ارشاد گرامی ہے :

"اتحاد زندگی ہے اختلاف موت ہے"......۳۸۔

امت مسلمہ کی شیرازہ بندی بہت بڑی سعادت ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا......۳۹۔

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں انتشار و افتراق مت کرو حدیث شریف ہے" **کونوا عباداللّٰہ اخوانا**" اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو نظم و نسق اور انتظام وانصرام کی خوبی سب کے نزدیک مسلم ہے کیوں کہ جماعت و انجمن سازی بہت اہمیت کی حامل شئے ہے۔ یہ جماعتیں قومی، ملی، فلاحی، اصلاحی، دعوتی، مسلکی ہر طرح کی خدمت انجام دینے کے لئے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسلامی افکار و نظریات اور مذہبی امور کی تبلیغ واشاعت کا اہم ذریعہ بنتی ہیں۔ اسلاف کے قائم کردہ نقوش کو قوم و ملت کے سامنے پیش کرنے اور ماضی کی تاریخ کو حال کے آئینے میں لانے کے لئے موضوع ترین وسائل سمجھی جاتی ہیں جس قوم میں تنظیمی صلاحیت واستعداد کا فقدان ہوتا ہے وہ اپنی منزل مقصود پر بسہولت نہیں پہنچ پاتی۔

مبلغ اسلام نے اسلامی اقدار و تعلیمات کو ہر پہلو سے عام کرنے کا عزم مصمم کر رکھا تھا اس لئے آپ نے ہر ممکنہ ذریعہ کو اپنا کر اسلام کے پاکیزہ پیغامات کو اکناف عالم میں پھیلایا جگہ جگہ مدارس و دانش گاہوں کا قیام مساجد و معابد کی تعمیر یہ سب کے سب صرف تبلیغ اسلام کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ اس مبارک و مسعود مقصد کے تحت آپ نے بے شمار تنظیموں اور انجمنوں کی بھی بنیادیں ڈالیں اور مشنریاں اور سوسائٹیاں قائم فرمائیں ہم چند مشہور اور اہم تنظیموں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) حزب اللہ ماریشس :

مبلغ اسلام ۱۹۲۸ء میں ماریشس کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کے مسلمانوں کو فیضیاب فرمایا جب آپ ماریشس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں قادیانیت پوری طرح مسلمانوں کو اپنے چنگل میں کر چکی ہے چنانچہ آپ نے وہاں ان کے عقائد کا رد فرمایا جس کا بے حد اثر ہوا اور بے شمار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا آپ نے وہاں مسلمانوں کی ایک تنظیم بھی قائم فرمائی چنانچہ مرزا ارشاد صاحب لکھتے ہیں :

"حضرت مولانا صدیقی علیہ الرحمہ نے ماریشس میں حزب اللہ کی بنیاد ڈالی"...... ۴۰ ۔

(۲) تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ مصر :

اس کے متعلق محترم جناب خلیل صاحب رقمطراز ہیں :

"علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ہر مذہب کے لوگوں کے درمیان اخوت انسانی کے علمبردار تھے تو یہ ناممکن تھا کہ آپ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے اختلاف کو محسوس نہ کرتے۔ آپ اگرچہ اہل سنت بریلوی مکتبۂ فکر کے نمائندہ تھے لیکن جہاں تک فرقہ وارانہ تعصب کا تعلق ہے اس سے آپ کی ذات گرامی قطعی طور پر بری الذمہ ہے بلکہ آپ نے مختلف اسلامی مکتبِ فکر کے علماء کی ایک تنظیم قاہرہ مصر میں محمد علی علوبہ پاشا کے تعاون سے قائم فرمائی جس کا نام "تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ رکھا"...... ۴۱ ۔

راقم السطور عرض کرتا ہے کہ مختلف کلمہ گو جماعتوں کو دہریت و نیچریت کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ایسا ہی ہے جیسا قرآن فرماتا ہے "قل لقالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم"...... ۴۲ ۔

(۳) انٹر نیشنل اسلامک سروس سینٹر ڈربن :

مبلغ اسلام غالباً ۱۹۳۵ء میں ڈربن تشریف لے گئے اور اپنی جادو بیانی مترنم و نغمہ بار آواز اور پر کشش شخصیت سے ہزاروں کو اپنا دیوانہ بنا ڈالا پھر تو پورے ملک میں اسلامی بیداری کی عظیم لہر پیدا ہو گئی بے شمار لوگوں نے اسلام کے دامن رحمت میں سکون و چین کا سانس لیا مبلغ اسلام نے وہاں ایک ادارہ قائم فرمایا جہاں سے آج بھی انگریزی زبان میں رسالہ "دی مسلم ڈائجسٹ" شائع ہوتا ہے چنانچہ

مولانا ارشاد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ڈربن میں انٹرنیشنل اسلامک سروس سینٹر قائم کیا جو وہاں مشہور ماہنامہ انگریزی رسالہ دی مسلم ڈائجسٹ اور اسلامی کئی پبلیکیشنز کے زیر اہتمام شائع کرتا ہے......۴۳"

حضرت مبلغ اسلام کی عالمگیر خدمات اور کارہائے نمایاں کو اگر تفصیل سے ذکر کیا جائے تو بلا مبالغہ کئی دفتر تیار ہو جائیں گے مگر ہم اس مختصر مضمون میں اسی پر اکتفا کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

تصنیفی خدمات:

تصنیف و تالیف کا کام کتنا اہم اور دشوار کن ہے آیئے اسے حافظ ملت کے الفاظ میں ملاحظہ کریں آپ فرماتے ہیں۔

"ایک مصنف و مرتب کو کتنی جاں گسل وادیوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کا صحیح اندازہ انھیں لوگوں کو ہوتا ہے جو اس وادی میں قدم ڈال چکے ہیں مضامین کی فراہمی غیر محقق باتوں سے اجتناب تحقیق و جستجو، تتبع و تلاش، معیاری اور پروقار گفتگو، سنجیدہ اور سلجھا ہوا اسلوب تحریر غرضیکہ بے شمار امور کو مد نظر رکھ کر ہی صحیح معنوں میں ایک مصنف اپنی عملی و فکری کاوش کو منظر عام پر لانے کی جرأت کرتا ہے پھر اسے قبولیت عام کا شرف حاصل ہونے کا اعزاز ملتا ہے۔"

آج کی اس ترقی یافتہ دنیا میں نشر و اشاعت تبلیغ و ترسیل، لبلاغ و اعلام کے بے شمار ذرائع رائج ہو چکے ہیں اور ان سب اسباب و ذرائع کی اہمیت بہر حال مسلم ہے مگر ان تمام ذرائع میں جو استحکام و پختگی تصنیف و تالیف کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عہد ماضی کی تاریخ میں بھی اس کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہوا نظر آتا ہے۔ آج ہمارے سامنے جتنے بھی اسلامی ذخیرے موجود ہیں وہ سب اسی تصنیف و تالیف ہی کی دین ہیں تبلیغ اسلام کے جہاں بہت سے ذرائع ہیں وہیں موجودہ دور میں لٹریچر رسائل و کتب وغیرہ کی شکل میں دنیا کے سامنے اسلامی تعلیمات کو پیش کرنا سب سے مفید و مستحکم ذریعہ ہے آج باطل تحریکیں اور فاسد عقائد پر مشتمل تنظیمیں اپنی فکر و نظر کو دنیا کے گوشے گوشے میں اسی ذریعہ سے پھیلا رہی ہیں جس کا سب کو علم ہے حضرت مبلغ اسلام چونکہ ایک بلند پایہ خطیب ہی نہیں تھے بلکہ ایک عالم دین عظیم الشان ادیب اور صاحب قلم تھے اس لئے آپ نے اس نہج سے بھی اسلامی تعلیمات کو عام

کیا اور تصنیف و تالیف میں بھی اپنی یادگار چھوڑ گئے ہم ذیل میں چند تصانیف کا تذکرہ کرتے ہیں

تصانیف

عربی تصنیف۔ مراۃ القادیانیت :

مبلغ اسلام کو قرآنی زبان پر حیرت انگیز قدرت تھی اس فصیح انداز سے عربی میں تکلم فرماتے کہ لوگ انگشت بد نداں رہ جاتے آپ نے عربی زبان میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں قادیانیوں کا زبردست رد فرمایا اور ان کے باطل نظریات سے امت مسلمہ کو متنبہ کیا یہ رسالہ مختلف زبانوں میں شائع ہوا...... ۴۴۔

اردو تصنیف۔ ذکر حبیب :

یہ کتاب مستند اور معتبر روایات و اقوال پر مشتمل فضائل محمد عربی ﷺ میں لکھی گئی جس کے دو حصے ہیں انداز نہایت شستہ اسلوب تحریر موثر و دلنشین ہے متعدد کتب خانوں سے شائع ہو چکی ہے یہ کتاب خصوصاً محفل میلاد شریف میں پڑھنے کے لئے تصنیف ہوئی...... ۴۵۔

بہار شباب :

مبلغ اسلام نہ صرف یہ کہ ایک بلند پایہ عالم تھے بلکہ طبیب حاذق اور ماہر حکیم بھی تھے جب آپ نے قوم کے نوجوانوں کی جنسی بے راہ روی کو محسوس کیا تو ان کی فلاح و بہبودی کے لئے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور فن حکمت و طب نیز قرآن و حدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کو جنسی بے راہ روی کی تباہ کاریوں سے آگاہ فرمایا کتاب انتہائی دلپذیر اور موثر ہے جس کو پڑھ کر بے شمار لوگوں نے اپنی اصلاح کی۔

کتاب تصوف :

تصوف کی اہمیت و افادیت تزکیۂ نفس میں مسلم الثبوت ہے تطہیر باطنی کے لئے امت مسلمہ کے ایک پاکباز طبقہ نے اسے اپنایا جس کی بدولت نفس امارہ مغلوب اور نفس مطمئنہ غالب ہوتا ہے بلاشبہ خاصان خدا نے تصوف کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف فرمائیں حضرت مبلغ اسلام نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا اور رسالہ بنام کتاب تصوف قوم کے سامنے پیش فرمایا

اس کے علاوہ احکام رمضان، مرزائی حقیقت کا اظہار، صوت الحق، انسانی مسائل کا حل، و دیگر

کتب و رسائل بھی آپ کی یادگار ہیں ۱۳۴۶ھ

انگریزی تصنیف :

حضرت مبلغ اسلام نے انگریزی زبان میں معتدبہ مقدار میں تصنیف فرمائی ہیں ہم چند ایک کا نام پیش کرتے ہیں۔

اسلام اور اشتراکیت :

اس کتاب میں اشتراکیت اور کمیونزم کے نظریات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے اور اسلامی اصول و نظریات کی روشنی میں اس کے حسن کو نہایت حسین اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

امن کا پیغام :

یورپین لاٹی نے اسلام کو بدنام کرنے کا جو گھناؤنا رول ادا کیا ہے اس کو سن کر انسان عالم سکتہ میں رہ جاتا ہے مبلغین اسلام نے ان کے کالے کرتوتوں کا پردہ چاک کرنے میں بے پناہ جدوجہد کی ہے حضرت مبلغ اسلام نے بھی اسلام پر عائد کردہ الزام کو ختم کرنے کے لئے امن کا پیغام لکھا جس میں اسلام کے بارے میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ اسلام شر و فساد اور تخریب کاری کا علمبردار نہیں ہے بلکہ سراپا امن و سکون کا پیغام ہے۔

معجزہ مذہب اور سائنس کی نظر میں :

اس کتاب میں انبیاء کرام کے ہاتھوں خوارق عادات افعال و اعمال کے ظہور پر بڑے محققانہ انداز سے قلم اٹھایا ہے اور اسلامی زبان کا لفظ "معجزہ" آیا سائنسی اعتبار سے بھی کچھ واقفیت و حقیقت رکھتا ہے یا نہیں اسے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں انگریزی زبان میں تصنیف فرمائیں جن سے انگلش زبان کے جاننے والوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی ہوئی۔

حضرت مبلغ اسلام کی باکمال شخصیت سے متعلق اگر تمام گوشوں کو تفصیلاً ذکر کیا جائے تو یقیناً ایک دفتر عظیم تیار ہو جائے راقم السطور نے چونکہ حضرت العلام سے منسوب دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں علم حاصل کیا ہے اور آج بحمدہ تعالیٰ اسی ادارہ میں تدریس و افتاء کی اہم ذمہ داری بھی سنبھالے

ہوئے ہے اس وضاحت سے اپنے اوپر ایک فرض سمجھتا تھا جس سے سبکدوش ہونے کے لئے تمام مصروفیات سے تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر یہ کج تحریر پیش کر رہا ہے اگر حضرت مبلغ اسلام کی خدمت میں یہ حقیر نذرانہ قبول ہو جائے تو مری سعادتمندی کی معراج ہوگی اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اسے شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

وفات حسرت آیات:

موت اس کی ہے کرے جس پر زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

ہمارا ایمان ہے کہ ہر نفس کو موت وفنا کے گھاٹ اترنا ہے ہر فرد کو موت کا کڑوا گھونٹ پینا ہے قرآن کا فرمان ہے "کل نفس ذائقة الموت" ......۴۷۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے یوں تو ہر شخص کو موت آنی ہے مگر کچھ شخصیتوں کا دنیا سے جانا گویا صفحۂ ہستی کا ایک روشن ورق کا الٹ جانا ہوتا ہے وہ جاتے تو ہیں تنہا مگر انجمن کی انجمن ان کے جانے سے سونی ہو جاتی ہے ایک عالم کرب واضطراب میں ڈوب جاتا ہے حضرت مبلغ اسلام کا دنیائے فانی سے دنیائے جاودانی کی طرف رحلت کرنا یقیناً اسلام کا ایک روشن ورق الٹ جانا اور ایک عالم کا فنا ہونا ہے حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رقمطراز ہیں:

"اس نابغۂ روزگار ہستی کے وصال سے تاریخ اسلام کا ایک روشن ورق الٹ گیا" ......۴۸۔

مگر جائے رشک ہے کہ کیسی پر سعید ساعت تھی جب مبلغ اسلام کو پروردگار نے اپنے حضور بلایا دنیائے اسلام کے چپے چپے سے آئے ہوئے بادۂ توحید کے متوالے مکہ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کی پرکیف فضاؤں میں سکون واطمینان کا دم بھر رہے تھے اور مبلغ اسلام اپنے رب کے حضور جانے کی تیاری میں مصروف تھے آیئے اسی واقعہ کو جناب خلیل رانا کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

> علامہ صدیقی علیہ الرحمہ ۱۳۷۳ھ میں تبلیغی دورہ کے بعد عازم حج و زیارت ہوئے مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ حاضری دی حضور ﷺ سے عشق ومحبت کی یہ کیفیت تھی کہ دربار حبیب سے واپسی کو دل نہ چاہتا تھا اور دل سے یہ دعا نکل رہی تھی

علیم خستہ جاں تھک گیا ہے درد ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد ہو

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں وصال ہوا اور جنت البقیع میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں دنیائے اسلام کے ان تمام مسلمانوں نے شرکت کی جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے ٹھرے ہوئے تھے نماز جنازہ عاشق رسول حضرت علامہ شیخ محمد ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی خدائے تعالیٰ تاقیامت حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر رحمت کی بارش برساتا رہے۔

مبلغ اسلام ارباب علم ودانش کی نظر میں

امام احمد رضا قدس سرہ مجدد دین وملت فقیہ اعظم اسلام انڈیا

آپ مبلغ اسلام عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے رسوخ فی العلم پر بڑا اعتماد فرماتے تھے چنانچہ مبلغ اسلام کے بارے میں آپ کا نظریہ یہ تھا کہ

عبد علیم کے علم کو سن کر
جہل کی بہل بھگاتے ہیں۔۔۔۔۔۴۹

جناب حسن البناء۔بانی اخوان المسلمون مصر

عالم اسلام کی مشہور ترین تنظیم اخوان المسلمون کے بانی حسن البناء مصر نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھاہے:

کما کان من فضل اللہ و توفیقہ ان التقینا منذعا من فی الارض المقدسة وعند البیت العتیق بصاحب الفضیلة والداعیة الاسلامی الشیخ عبدالعلیم الصدیقی ونحن نسئل اللہ تبارک وتعالیٰ ان یجزی الاستاذ المغضال الشیخ محمد عبدالعلیم الصدیقی عن المسلمین عامة خیر جزاء ۔۔۔۔۔۵۰

جناب رام غلام۔ وزیر اعظم ماریشس افریقہ

جلسہ عید میلاد النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا یہ خطہ پر سکون ہے اور اس کے سکون کا سرا مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے سر ہے جنھوں نے اپنی تبلیغی کوششوں اور امن کی تعلیم سے یہاں کے باشندوں کو امن و سکون سے رہنے کا درس دیا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔ سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

ڈاکٹر قریشی صاحب نے شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کی تبلیغی، تنظیمی، تحریکی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے

"میں ان کا بے حد احترام کرتا تھا وہ اپنی ذات میں بے شمار خوبیوں کے مالک تھے مولانا سے میری دو ملاقاتیں یادگار رہیں گی پہلی اس وقت جب کہ آپ کی آنکھ میں بہت سخت تکلیف تھی لیکن مولانا پھر بھی اپنے تحریکی کاموں میں بہت مصروف تھے دوسری بمبئی میں نماز عید الضحیٰ کے موقع پر جبکہ آپ نے نماز کی امامت کے بعد یہ پر اثر دعا فرمائی تھی یا اللہ تو ہمیں اس ذلت سے بچا کے ہم غلاموں کے غلام بن جائیں۔"

ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ صدر شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی

"مجھے ان سے عقیدت اور ان کی دینی خدمات کا اعتراف ہے۔"

ڈاکٹر نواب مشتاق احمد خاں۔ ادیب پاکستان

"مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی ایک یگانہ روزگار شخصیت تھے انھوں نے عمر اپنی ذہنی اور جسمانی قوتیں تبلیغ اسلام اور اللہ اور اس کے رسول کے نام کی سربلندی کے لئے وقف کر دیں وہ مرد مومن تھے اور دین کی خدمت ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔"

مقبول جہانگیر۔ لندن

"مولانا عبدالعلیم صدیقی مشرقی زبانوں کے عالم فاضل ہونے کے علاوہ مغربی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے ان کے علم و فضل کے بارے میں اتنا ہی کہہ دینا بہت ہے کہ وہ مولانا امام احمد رضا صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کے خلفاء میں شامل تھے قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ میں مولانا صدیقی کو خصوصی مہارت حاصل تھی۔"

محمد صلاح الدین۔ ایڈیٹر روزنامہ جسارت کراچی

"مرحوم نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں جو وسیع کام کیا ہے وہ دین سے ان کی محبت اور حضور اکرم ﷺ سے عقیدت کا واضح ثبوت ہے۔
انھوں نے سنگاپور میں جس اسلامی مرکز اور مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی اس کے کام کو حال ہی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور میں اس امر کی گواہی دے سکتا ہوں کہ صرف یہ ہی ایک صدقۂ جاریہ ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے۔"

سید سلیمان ندوی۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ انڈیا

"مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھ کے ایک پر جوش مبلغ عالم ہیں بریلی میں عربی و مذہبی درسیات کی تکمیل کی ہے ان کو تبلیغ کا شوق ہوا اور اپنے لئے ہند و چین کے جزیروں اور ساحلی شہروں کا میدان پسند کیا، ادھر کے چند مسلمان کئے ہوئے یورپین مسلمانوں کو دیکھا اور حیرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کس کی قسمت میں کوئی سعادت رکھتا ہے، موصوف کی یہ تبلیغی کوششیں علماء کے لئے قابل تقلید اور عام مسلمانوں کے شکریہ اور اعتراف کے قابل ہیں۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی۔ ایڈیٹر ہفت روزہ صدق جدید لکھنؤ انڈیا

"بریلوی گروہ کے سارے افراد کو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا سمجھنا زیادتی

ہے مولانا عبدالعلیم میرٹھی مرحوم مغفور نے اسی گروہ کے ایک فرد ہو کر بیش وبہا تبلیغی خدمات انجام دیں۔"

مولانا محمد جعفر شاہ۔ پھلواری

"مولانا کی تقریر بڑی رواں ہوتی تھی ان کی عمر کا بڑا حصہ تبلیغ ہی میں گزرا ہے یورپ، امریکہ، افریقہ، انڈونیشیا وغیرہ میں انھوں نے تبلیغ اسلام کا کام انجام دیا۔"

پروفیسر این ایچ برلاس۔ ٹوکیو

"ہر شخص مولانا صدیقی کو ہر پلیٹ فارم پر بولتے ہوئے سن سکتا ہے اور اس سے محظوظ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ایک جانب مولانا کی مقناطیسی شخصیت ہو دوسری جانب ان کی نغمہ بار آواز اور تیسری جانب ان کی ٹھوس اور مدلل تقریر ہو۔"

ڈاکٹر احمد صاحب۔ فلپائن

"آج ہمیں بر صغیر پاک و ہند کے مشہور مبلغ مولانا عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ و اشاعت کرنا چاہئے مولانا فلپائن کے جزیروں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مدرسے لائبریریاں اور مساجد ہوائیں اور ماھنامے اور ہفت روزہ جریدے جاری کئے، ہمیں اسلام کی جو روشنی ملی ہے انھیں سے ملی ہے، ان ہی کی مساعی جمیلہ سے ہم مسلمان ہوئے۔"

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب۔ کراچی۔ پاکستان

"مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی باکمال شخصیت چودھویں صدی کے علماء اور مبلغین اسلام میں سر فہرست نظر آتی ہے، انھوں نے تنہا ایک انجمن کا کام کیا، ان کے عزم و حوصلہ کو دیکھ کر صدر اول کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

جارج برنارڈ شاہ۔ فلاسفر آف آئرلینڈ

"آپ کی گفتگو اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا مجھے واقعی اس بات کا افسوس ہے کہ آپ جیسے بزرگ عالم سے میں صرف اتنی مختصر بات چیت کر سکا، اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بڑے شاندار اور بہترین انداز میں اسلامی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں......۵۱۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری۔ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، لاہور پاکستان

"حضرت مولانا محمد عبد العلیم صدیقی شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسداں، فلاسفہ اور دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دست اقدس پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دین فطرت اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچا، جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے یہ وہ ناقابل فراموش کارنامہ ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔......۵۲

علامہ نور محمد قادری۔ عظیم مورخ پاکستان

حضرت مولانا اس صدی کی تاریخ میں عالم اسلام کی بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں حضرت مولانا اس زمانہ کی الہ آباد یونیورسٹی بی اے ایل ایل بی کے علاوہ نہایت بلند پایہ عالم ربانی اور صاحب کشف و کرامت اہل اللہ اور غوث پاک کے سلسلہ قادریہ عالیہ کے صاحب اجازت بزرگ تھے فقہ حنفیہ اور شافعہ میں کمال رکھتے تھے......۵۳۔

شیخ القرآن عبد اللہ خان عزیزی۔ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد انڈیا

حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ لاریب ایک نائب رسول تھے انھوں نے دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں جو کچھ محنت و مشقت اٹھائی بلکہ جو کچھ کارنامہ انجام دیا اس میں وہ صرف اجر آخرت کے امیدوار رہے حرص و طمع دنیا سے بالکل پاک و صاف رہ کر دین اسلام کی خدمت زندگی بھر کرتے رہے آج دنیا میں سینکڑوں مبلغین کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو صراط مستقیم پر لانے کی جدو جہد میں مصروف عمل ہیں تاہم ان کا اکیلا کارنامہ ان تمام حضرات کے کارناموں پر بہت بھاری نظر آرہا ہے ......۵۴۔

مولانا یٰسین اختر مصباحی۔ بانی دار القلم دھلی انڈیا

آپ تقریباً دنیا کے ہر حصہ میں پہنچے اور اسلامی سوسائٹیاں ، علمی ادارے ، مسجدیں ، مشنریاں اور لائبریریاں قائم کیں لاکھوں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام فرمایا جس میں سے بہت سے آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے کوشاں ہیں اور بحیثیت مبلغ اسلام کام کر رہے ہیں......۵۵۔

مولانا بدالقادری۔ اسلامک اکیڈمی ڈین ھیگ۔ ہالینڈ

سرینام میں دینی اور اسلامی انقلاب کی تاریخ اس دن سے شروع ہوئی ، جب مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے وہاں قدم رنجہ فرمایا ، وہ ایمان و سرفروشی کی باد بہاری کا ایک جھونکا تھا جو خلیفۂ امام احمد رضا قدس سرہ کی آمد سے پاراماری بو کی سرزمین پر ظاہر ہوا ، علامہ صدیقی علیہ الرحمہ علم و فراست کے ساتھ ساتھ روحانیت کی دولت سے بھی مالامال تھے......۵۶۔

حضرت مبلغ اسلام کی عالمگیر خدمات اور ان کی باکمال شخصیت کے تعلق سے بے شمار اصحاب

فضل و کمال اور ارباب علم و دانش نے اظہار خیال اور اعتراف حقیقت کیا ہے اور بہت سے محبین نے ارمغان عقیدت پیش کیا ہے اگر ان سب کو م حیطۂ تحریر لایا جائے تو عظیم دفتر تیار ہو جائے گا، راقم السطور نے چند ایک اقوال تاثرات ہدیہ ناظرین کر دیئے ہیں ارباب بصیرت خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علامہ صدیقی علیہ الرحمہ نے جو حیرت انگیز تبلیغی و دعوتی خدمات انجام دی ہیں اس پر ہر ایک کی زبان سے داد و تحسین کے کلمات سنائی دے رہے ہیں، اپنے اور بیگانے بھی مداح نظر آرہے ہیں، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا عظیم مبلغ موجودہ صدی میں شاید ہی کوئی دوسرا گزرا ہو جس نے علامہ صدیقی علیہ الرحمہ جیسا کارنامہ انجام دیا ہو۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

مضمون کے اختتام پر عرض گزار ہوں کہ از ابتدا تا انتہا اگر آپ کو کوئی بات خلاف واقعہ نظر آئے تو براہ کرم مطلع کریں تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے، اور یہ بھی عرض ہے کہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ المولی تعالی مبلغ اسلام کے تعلق سے ایک عظیم مستند و معتبر تاریخی دستاویز تیار کرنے کا ارادہ ہے، آپ لوگوں میں سے جسے بھی مبلغ اسلام کے تعلق سے کچھ معلوم ہو ہمیں مطلع کریں ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے، مولی تعالی ہم سب کو دعوت و تبلیغ کا کام حسن خوبی انجام دینے کی توفیق بخشے۔

خادم الطلبہ اختر حسین قادری علیمی بستوی

خادم تدریس و افتاء دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی

۲۶ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

"حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری وصیت"

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی میں عرس امجدی کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ ہم سنی ہیں اور اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارا روحانی سلسلہ اور اس کی نسبت اعلیٰ حضرت بریلوی امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی سے ہے اور مجھے اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یاد ہیں۔ ان کی چھوٹی سی مختصر وصیت ہے جو اب بھی میرے پاس محفوظ ہے جو آخری وقت مدینہ منورہ میں تحریر فرمائی۔

"الحمد للہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے" اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخر وقت اسی مسلک پر حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے...... ۵۷۔

حوالہ جات

۱ عبد الحکیم شرف قادری، پاکستان مولانا، تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۶

۲ مرزا ارشاد احمد علیمی پاکستان، حیات علیم رضا صفحہ ۱۱

۳ عبد الحکیم شرف قادری پاکستان مولانا، تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۶

۴ عبد الحکیم شرف قادری پاکستان مولانا، تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۶

۵ ظفر الدین بہاری۔ ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۲

۶ عبد الحکیم شرف قادری پاکستان مولانا، تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۶

۷ ظفر الدین بہاری۔ ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۲

۸ احمد رضا خان بریلوی امام، فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۳

۹ عبد الحکیم شرف قادری پاکستان مولانا، تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۶

۱۰ احمد رضا خان بریلوی امام، الاستمداد صفحہ ۹۷

۱۱ مرزا ارشاد احمد علیمی ادیب، حیات علیم رضا صفحہ ۱۲

۱۲ ظفر الدین بہاری۔ ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت جلد ا صفحہ ۵۲

۱۳ بدر القادری ہالینڈ مولانا، یورپ اور اسلام صفحہ ۱۲

۱۴ ارشاد احمد علیمی مرزا، حیات علیم رضا صفحہ ۱۰

۱۵ " " " ۴۳

۱۶ . . ۴۵

۱۷ . . ۱۸

۱۸ . . ۲۵

۱۹ . . ۱۷

۲۰ . . ۱۷

۲۱ تقدیم بر کتاب مبلغ اسلام صفحہ ۸

۲۲ عبدالحکیم شرف قادری پاکستان مولانا، تذکرۂ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۸

۲۳ آل عمران آیت نمبر ۱۱

۲۴ ماہنامہ اشرفیہ اگست ۹۶ء صفحہ ۲۷

۲۵ حیات علیم رضا صفحہ ۱۰

۲۶ تقدیم بر کتاب مبلغ اسلام صفحہ ۷

۲۷ مبلغ اسلام صفحہ ۲۹

۲۸ مبلغ اسلام صفحہ ۳۲

۲۹ . . ۳۵

۳۰ جادہ و منزل صفحہ ۲۶۹

۳۱ حیات علیم رضا صفحہ ۲۲

۳۲ مبلغ اسلام صفحہ ۳۴

۳۳ مبلغ اسلام صفحہ ۲۱

۳۴ . .

۳۵ دارالعلوم علیمیہ نصاب تعلیم صفحہ ۵

۳۶ حیات علیم رضا صفحہ ۱۹

۳۷ . . ۲۷

۳۸ ملفوظات حافظ ملت صفحہ ۹۸

۳۹ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲

۴۰ حیات علیم رضا صفحہ ۲۶

۴۱ مبلغ اسلام صفحہ ۵۳

۴۲ سورہ آل عمران آیت نمبر ٦٠

۴۳ حیات علیم رضا صفحہ ۲۷

۴۴ ،، ،، ٦٠

۴۵ مقدمہ ذکر حبیب اول

۴٦ حیات علیم رضا صفحہ ٦٠

۴۷ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۸۴

۴۸ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۴۲

۴۹ احمد رضا خان بریلوی امام الاستمداد صفحہ ۷۹

۵٠ البیان عربی حوالہ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۴٠

۵۱ یہاں تک تمام تاثرات کتاب مبلغ اسلام سے ماخوذ ہیں

۵۲ عبدالحکیم شرف قادری مولانا تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان صفحہ ۲۳۸

۵۳ مرزا ارشاد علیمی ادیب حیات علیم رضا صفحہ ۲۳

۵۴ عبداللہ خان عزیزی شیخ القرآن ماھنامہ اشرفیہ اگست ۹٦ء صفحہ ۲۷/۳۴

۵۵ یٰسین اختر مصباحی مولانا داستان رضا صفحہ ۷

۵٦ بدر القادری مولانا جادہ و منزل صفحہ ۴۱۳

۵۷ جناب مرزا ارشاد علیمی ادیب حیات علیم رضا صفحہ ۷۵



روداد پاکستان قسط دوم

محمد زبیر قادری

دوپہر تقریباً ڈھائی بجے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے دفتر میں ترک ولی محمد قادری صاحب کا ورود ہوا۔ موصوف مجھ سے ملنے کے بہت مشتاق تھے انھیں جیسے ہی کراچی میں میری آمد کا پتہ چلا مجھ سے گفتگو کرنے کیلئے بے چین ہو گئے اور میری قیام گاہ پر فون کیا مگر اس وقت میں گھر پر نہیں تھا۔ گفتگو نہ ہونے کی صورت میں انھوں نے میرے لئے پیغام چھوڑ دیا کہ کل ادارہ کے آفس میں ملنا۔ ان کی اس کرم فرمائی اور انسیت کی وجہ سے میں لاعلم تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کیلئے کیوں اسقدر خواہش مند تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور فوراً مصافحہ و معانقہ کیا۔ پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ انھوں نے اپنی انسیت و محبت کی وجہ یہ بتائی کہ جب بھارتی حکومت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی یاد میں ڈاک ٹکٹ جاری کیا تھا تو انھوں نے اس ٹکٹ کے حصول کیلئے بہت کوششیں کی، ہندوستان میں بہت سے لوگوں کو خط لکھا مگر کسی نے بھی تعاون نہیں کیا لیکن انھوں نے جب مجھ سے ڈاک ٹکٹ بھیجنے کی فرمائش کا اظہار کیا تو میں نے انھیں دو عدد ڈاک ٹکٹ بھیجے، جس میں گنبدِ رضا کی بہت ہی خوبصورت رنگین تصویر چھپی تھی اور جسے پاکر وہ بہت خوش ہوئے اور اسی بناء پر وہ مجھے بہت اہمیت دینے لگے اور تب سے ہی ہمارے قلمی روابط بن گئے ہیں انھوں نے افکارِ رضا کیلئے ایک مضمون بھی بھیجا جو ہم نے افکارِ رضا جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸ شمارہ نمبر ۱۳، میں شائع کیا ہے۔

ترک ولی محمد قادری صاحب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں ان کی تعلیم ہے بی۔اے، ایل۔ایل۔بی اس کے باوجود وہ ایک اسکول میں بطور ٹیچر ملازمت کر رہے ہیں۔ایل۔ایل۔بی کی ڈگری پانے کے باوجود انھوں نے وکالت کا پیشہ اس لئے نہیں اختیار کیا کہ وہ اپنے رزق کو جھوٹ و فریب کے ذریعے سے نہیں کمانا چاہتے تھے۔ موصوف امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کا مجوزہ عنوان ہے:

"برصغیر کی اصلاح معاشرہ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے فکری زاویوں کا تحقیقی جائزہ"۔

گزشتہ قسط میں میں ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری صاحب کا تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ ویسے تو برادرم اقبال احمد صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ موصوف مسلک اہلِ سنت اور امام



اہلسنت پر اپنے تحریری کام کی بناء پر آج پوری دنیا میں متعارف ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال صاحب خود کو مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا شاگرد کہتے ہیں اور واقعی میں انھوں نے حضرت مسعود ملت کی شاگردی کا حق ادا کر دیا ہے کیونکہ ڈاکٹر اقبال صاحب بھی حضرت مسعود ملت کی طرز پر مضامین لکھتے ہیں سہل انداز، مثبت طرز فکر، دلنشیں طرز نگارش سے قارئین کے اذہان پر اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ان کی چند کتابوں نے تو گمراہوں کو راہ ہدایت پر گامزن کر دیا ہے۔ جن میں سے "بول کہ لب آزاد ہیں تیرے" اور "پردہ اٹھتا ہے" قابل ذکر ہیں۔ موصوف مسلسل امام احمد رضا اور فکر رضا پر مضامین اور مقالہ جات لکھ رہے ہیں اور انکی نگارشات ہندوپاک کے اخبارات و جرائد میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ موصوف اخبارِ جنگ کراچی کے کالم نویس بھی ہیں وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات پر ان کے مضامین اخبارِ جنگ اور دیگر روزناموں میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور ان سے نقل کر کے ہندوستان کے اخبارات والے بھی شائع کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال صاحب نے بتایا کہ ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر مضمون میں کسی نہ کسی طرح امام احمد رضا کا نام یا ان کا پیغام آ ہی جائے اور اپنی ان کوششوں میں موصوف کافی کامیاب بھی ہیں۔

ڈاکٹر اقبال احمد صاحب نے ایک دن قبل ہی دعوت طعام کا کہہ دیا تھا اسی بناء پر کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کھانے کی بات آئی تو برسبیل تذکرہ عرض کرتا چلوں کہ گزشتہ دفعہ ۱۹۹۱ء میں بھی جب میں یہاں آیا تھا تو میں نے یہاں عجیب بات یہ دیکھی کہ لوگ کھانا کھانے سے قبل ہاتھ نہیں دھوتے۔ میں جب ہاتھ دھونے جاتا تو میرے عزیز حیرت سے کہتے کہ ابھی تو دھویا تھا، اکثر عوام کا یہی طرز عمل ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں جیسا کہ رائج ہے روٹی کھاتے وقت چار ٹکڑے کیے جاتے ہیں اور ایک ٹکڑا بائیں ہاتھ میں پکڑ کر دائیں ہاتھ سے ایک ایک نوالہ توڑ کر سالن سے روٹی کھاتے ہیں اس کے برعکس پاکستان میں میں نے دیکھا کہ ثابت روٹی دائیں ہاتھ سے ہی نوالہ توڑ توڑ کر کھاتے ہیں۔ بائیں ہاتھ کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ عوام تو عوام خواص تک اس فعل قبیح میں گرفتار ہیں۔

میرے لئے ادارہ والوں نے کھانے کا بہترین اہتمام کیا تھا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اراکین ادارہ تو دفتری کاموں میں مصروف ہو گئے اور ترک ولی قادری صاحب اور میں لائبریری کے حصے میں آبیٹھے اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ زیادہ تر گفتگو کا موضوع امام احمد رضا پر ریسرچ سے متعلق تھا۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب آفس میں تشریف لائے۔ موصوف کے بارے میں مجھے بریلی شریف میں ان کے گھر سے معلوم ہو گیا تھا کہ ان دنوں پاکستان میں ہیں۔ ادارہ تحقیقات

امام احمد رضا نے سال گزشتہ ۱۹۹۷ء کی امام احمد رضا کانفرنس میں انھیں امام احمد رضا گولڈ میڈل ایوارڈ دینے کیلئے کراچی مدعو کیا تھا مگر ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے عزیزی صاحب نہ جا سکے لہذا امسال امام احمد رضا کانفرنس میں شریک ہو کر انھوں نے اپنا گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پاکستان آنے سے قبل عزیزی صاحب نے ہمیں افکار رضا کیلئے ایک خصوصی مضمون "امام احمد رضا۔۔۔ نیوٹن اور آئن اسٹائن" بھیجا تھا جو افکار رضا شمارہ اپریل تا جون ۹۸ء میں شائع کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی ہندوستان میں وہ واحد شخصیت ہیں جو امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر مسلسل لکھ رہے ہیں۔ موصوف نت نئے عنوانات کے تحت امام احمد رضا سے متعلق نئی نئی تحقیقات سامنے لاکر قارئین کو حیران کر دیتے ہیں۔ چونکہ عزیزی صاحب نے امام احمد رضا کی اردو نثر پر پی ایچ ڈی کی ہے اسلئے موصوف کے بیشتر مضامین اردو ادب سے متعلق ہوتے ہیں اس کے علاوہ انھوں نے امام احمد رضا کی سائنس پر دسترس سے متعلق بھی کئی مضامین لکھے ہیں جن میں سے "امام احمد رضا اور ٹاپولوجی (Topology)" بہت پسند کیا گیا۔ عزیزی صاحب اردو کے ساتھ انگریزی میں بھی امام احمد رضا پر مضامین لکھ رہے ہیں اور رضا اکیڈمی۔ انگلینڈ کی ایماء پر امام اہل سنت کے کئی رسائل کے انگریزی ترجمے کر چکے ہیں جو رضا اکیڈمی۔ انگلینڈ نے قسط وار ماہنامہ "The Islamic Times" میں شائع کرنے کے بعد علیحدہ سے کتابی شکل میں بھی شائع کیے ہیں۔ ان دنوں "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام" کا انگریزی ترجمہ "The Concept of Caliphate" کے عنوان سے ماہنامہ اسلامک ٹائمز میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب سے خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد کچھ دیر گفتگو ہوئی۔ موصوف نے مجھ عاصی کی خدمات کا اعتراف کیا اور کافی حوصلہ افزائی کی۔

پاکستان میں میرے قیام کا پروگرام صرف بیس (۲۰) دن کا تھا اور مجھے لاہور بھی جانا تھا اس لئے میں نے چاہا کہ پہلے لاہور جاکر احباب اہل سنت سے ملاقات کر لوں پھر کراچی آکر ضروری کام آرام سے نپٹا لوں لاہور کی ٹکٹ کا انتظام کرنے کیلئے میں نے محترم اقبال صاحب سے عرض کیا تو انھوں نے فوراً اس معروضہ کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد اقبال بھائی نے حضرت مسعود ملت کے صاحبزادے کی شادی کا کارڈ عنایت کیا جس کی دعوت ڈاکٹر مسعود صاحب مجھے فون پر پہلے ہی دے چکے تھے۔

شام پانچ بجے کے بعد ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب آفس میں تشریف لائے۔ موصوف نے

نہایت گرم جوشی سے مصافحہ و معانقہ کیا اور ملاقات پر مسرت کا اظہار کیا۔ مجھے بھی ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ میری خوشی کا سبب یہ تھا کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں اور فی الوقت کراچی یونیورسٹی میں شعبہ ارضیات کے پروفیسر کی حیثیت سے ملازمت کر رہے ہیں اس کے باوجود مسلک اہل سنت کی خدمت کر رہے ہیں۔ کاش ہمارے پڑھے لکھے باشعور طبقہ میں اسی طرح دین کی خدمت کا جذبہ بیدار ہو جائے تو جماعتِ اہل سنت میں ایک انقلاب آجائے۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب ہم سب کیلئے سرمایۂ افتخار ہیں اور لائق مبارکباد بھی اس لیے کہ موصوف نے "کنزالایمان اور دیگر معروف قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ" عنوان پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ (پی۔ایچ۔ڈی) کی سند حاصل کرلی ہے۔اس کے علاوہ موصوف اعلیٰ حضرت پر مسلسل تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے پاکستان میں جہاں جہاں، جس سے بھی کسی قسم کے روابط تھے، تعلقات تھے اس پر نہایت محنت اور مشقت سے تحقیق کی اور ان پر مقالے لکھے جو پہلے "معارف رضا" کراچی، پھر کتابی شکل میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے شائع ہوئے۔ "امام احمد رضا اور علماء بہاولپور"۔ "امام احمد رضا اور علماء سندھ"۔ "امام احمد رضا اور علماء ڈیرہ غازی خان"۔ "امام احمد رضا اور علماء لاہور" وغیرہ عناوین پر کئی علمی اور تحقیقی مقالے لکھ کر اپنے عاشق اعلیٰ حضرت ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔ اور مزید یہ کہ موصوف پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی زیر نگرانی اعلیٰ حضرت کی مبسوط سوانح عمری مرتب کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر مجید اللہ صاحب بڑے تپاک سے ملے اور بیٹھ کر مختلف موضوع پر گفتگو کی اس دوران چائے کا دور بھی چلا۔ چونکہ ادارہ کا آفس شام چھ بجے کے بعد بند کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے سب کام سمیٹ کر روانہ ہوئے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا میں ایک دن گزارنے پر میں بہت مسرور ہوا اور کل دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے لوٹ آیا۔

دوسرے دن یعنی جمعرات 16/7/1998 پہلے سے کچھ پروگرام طے نہیں کیا تھا کچھ دیر غور وخوض کے بعد سوچا کہ پہلے عزیز واقارب سے مل ملا کر فارغ ہو جاؤں اس کے بعد پورا وقت احبابِ رضا کیلئے مختص کر دوں۔ چنانچہ اسی پروگرام پر عمل پیرا ہوا۔ اعزہ کے وہاں سے ساڑھے تین بجے فارغ ہو کر ادارہ کے آفس کی طرف روانہ ہونے کیلئے بس میں بیٹھا۔ یہاں پر بسوں میں مسافرین کے علاوہ مختلف چیزیں بیچنے والے سیلز مین، اخبار فروش اور بھکاری بھی سوار ہو جاتے ہیں ممبئی کی لوکل ٹرینوں کی طرح

یہاں بسوں میں خرید و فروخت اور بھیک مانگنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہماری بس میں بھی ایک اخبار فروش لڑکا آواز لگاتا ہوا داخل ہوا۔ اخبار کی سرخیاں سن کر۔ میں چونک گیا فوراً اخبار خرید لیا۔ بڑی بڑی سرخیوں میں لکھا تھا "سنی تحریک کے مرکزی رہنما شہید کردیئے گئے"۔

سنی تحریک (جس کا مخفف ہے ایس ٹی ST) کا قیام آج سے تقریباً ۱۵، سال قبل وجود میں آیا۔ محمد سلیم قادری اس کے مرکزی رہنما اور محرک ہیں جو کہ ایک عرصہ تک دعوتِ اسلامی سے وابستہ تھے۔ کہتے ہیں کہ سنی تحریک کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ سلیم قادری اور ان کے چند ساتھیوں نے محسوس کیا کہ بدمذہب ہماری مساجد، اوقاف اور مزارات پر منافقانہ طرزِ عمل اختیار کرکے غاصبانہ قبضہ کررہے ہیں اور ہم کچھ کر نہیں پارہے ہیں اس کے تدارک کی اگر کوشش نہیں کی گئی تو مستقبل میں سوائے افسوس کے کچھ نہیں کیا جاسکے گا۔ لہذا سنی تحریک کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے مقاصد تھے عقائد اہل سنت کا تحفظ، مساجد اہل سنت کا تحفظ، اوقاف اہل سنت کا تحفظ، حقوق اہل سنت کا تحفظ۔ ان اہم مقاصد کی بناء پر تحریک نے مختصر عرصہ میں ایک اچھا مقام بنالیا۔ محمد سلیم قادری ایک نوجوان ہیں اور اس تحریک کے زیرِ سایہ خدمتِ دین انجام دینے والے بیشتر نوجوان ہی ہیں۔ یہ لوگ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے جان کی بازی بھی لگادیتے ہیں۔ ۱۹۹۱ء کے قیام کے دوران میں نے اخباروں میں پڑھا تھا کہ سنی تحریک کے نوجوانوں نے جوبلی کے علاقہ میں ایک مسجد کو بدمذہبوں کے چنگل سے چھڑایا ہے جہاں ایک عرصہ تک خطیب اہل سنت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اپنے قیام سے لیکر اب تک سنی تحریک نے کئی مساجد کو بدمذھبوں کے قبضے سے آزاد کرایا ہے اور اپنی تحریک کی شاخیں پورے پاکستان میں پھیلانے کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ ضرورت کے تحت سنی تحریک کو ہتھیاروں سے بھی کام لینا پڑتا ہے کیونکہ پاکستان میں بدمذہبوں کی جماعتیں ہمیشہ ہتھیاروں سے کام لیتے آرہی ہیں چاہے مخنثوں کی تبلیغی جماعت ہو یا نقلی جہاد کی علمبردار جماعت اسلامی۔ شیعہ سنی فسادات کی آڑ میں سنی عوام کو نشانہ بنایا جاتا ہے سیاسی فسادات میں بھی سنیوں کی زندگیاں ہمیشہ نشانے پر رہتی ہیں، اہل سنت کے علماء اور رہنما سب ہی غیر محفوظ ہیں۔ پانی جب سر سے اونچا ہوجاتا ہے تو آدمی کیلئے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی بقا اور تحفظ کیلئے ہاتھ پاؤں مارے۔ انہی کوششوں کیلئے سنی تحریک نے بھی ہتھیاروں کا سہارا لیا اور اس کے بل بوتے پر بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اپنے انہی امتیازی کاموں کی وجہ سے سنی تحریک اور اس بانی محمد سلیم قادری نہایت مقبول ہوگئے ہیں (کراچی میں

یہ نعرہ بھی عام ہے "سنیوں نے ایک شیر پالا سلیم قادری ایس ٹی والا") یہاں تک کہ ہندوستان کے مختلف زبان کے اخباروں میں سنی تحریک اور سلیم قادری کی خبریں نمایاں طور پر شائع ہوا کرتی ہیں لیکن افسوس ان خبروں کے ذریعے انہیں دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اپنی اس کوشش میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہیں کیونکہ میڈیا ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسکے ذریعہ منفی ذہن سازی (جسے اصطلاحا Bain Wash برین واش کہا جاتا ہے) ہٹلر کے الفاظ میں "جھوٹ کو اس قدر عام کردو کہ لوگ سچ ماننے لگیں"۔ اسی طرح سنیوں کا اپنے حق کیلئے لڑنا دوسروں کو فوراً دہشت گردی اور فساد کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک ہم اہلسنت وجماعت کے لوگوں نے کسی پر بھی بیجا مظالم نہیں ڈھائے۔ ہم نے ہمیشہ امن وآشتی کے ذریعہ ہی اپنے پیغام کو عام کیا اس کے باوجود مظلوم ہوتے ہوئے بھی ظالموں کی فہرست میں ہمارا نام سر فہرست لکھا جانے لگا۔ آج بھی ساری دنیا میں سنی مسلمان ہی ظلم وستم کی چکیوں میں پس رہے ہیں۔ وہابی، شیعہ، قادیانی وغیرہ فرقے ہمیشہ سکھ چین اور آسائشوں میں رہتے ہیں اور ہر طرح سے محفوظ ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اپنے دفاع اور تحفظ کیلئے ہتھیار اُٹھانا دہشت گردی کہلاتا ہے اور خود دوسروں پر بم گرا کر سینکڑوں، ہزاروں انسانوں کی جانیں ضائع کرنے والے معصوم ہی بنے رہتے ہیں۔ اے رب ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔ آمین

سلیم رضا کی شہادت کی خبر پڑھ کر تھوڑی دیر کیلئے میں سکتے میں آگیا، میں اپنے ایک سنی مجاہد بھائی کی شہادت پر بہت مغموم ہوگیا (جس طرح گزشتہ دنوں میں کوسوا (روس) میں اپنے دینی بھائیوں اور بہنوں کی حالت زار، بے بسی اور بیکسی پر مغموم ہوگیا تھا بیچاروں کا کوئی بھی پرسان حال نہیں) معلومات کی کمی کی بناء پر پہلے میں سلیم رضا کو ہی سلیم قادری سمجھ بیٹھا مگر خبر کی تفصیل پڑھنے سے معلوم ہوا کہ سلیم رضا سنی تحریک کے اہم رکن تھے جبکہ سلیم قادری اسکے مرکزی لیڈر ہیں۔ اخبار میں مرحوم کی کئی تصاویر شائع ہوئی تھیں۔ مرحوم کیلئے دل سے دعائیں نکلیں۔ کاش ہم سنیوں کے دلوں میں دین پر مر مٹنے کا ایسا ہی جذبہ بیدار ہو جائے تو باطل قوتیں ہم سے ہمیشہ خائف رہیں۔

بس نے مجھے صدر ریگل چوک پہنچانے میں ایک گھنٹہ لیا۔ سلام کے بعد سلسلہ کلام شروع ہوا۔ وہاں ڈاکٹر اقبال احمد صاحب سلیم رضا کی شہادت پر اظہار تعزیت کیلئے پریس ریلیز تیار کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں سید وجاہت رسول قادری صاحب (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) تشریف لائے۔ موصوف نے بھی نہایت گرم جوشی سے معانقہ کیا اور لائبریری روم میں علیحدہ بیٹھکر گفتگو کا سلسلہ

شروع کیا۔ میں نے انھیں "اطیب البیان" تحفتاً پیش کی جسے مکتبہ نعیمیہ دہلی نے عرس رضا(۱۹۹۸ء) کے موقع پر نہایت خوبصورت انداز میں مولانا نوشاد عالم چشتی کی سوصفحے کی تقدیم کے ساتھ شائع کیا تھا۔ سید وجاہت رسول صاحب مجھ حقیر سے بہت متأثر معلوم ہو رہے تھے۔ رضویات پر ہونے والے کام کے تعلق سے گفتگو ہوتی رہی۔ انھوں نے افکار رضا اور تحریک فکر رضا کے دیگر کاموں کے متعلق دریافت کیا جس پر میں نے اپنی تنظیم کی مختصر کارکردگی کی تفصیل پیش کی۔ چائے کا انتظام کیا گیا پھر نماز عصر پڑھ کر جلد آفس بند کر دیا گیا۔ سلیم رضا کی شہادت پر سوگواران احتجاجاً دکانیں اور کاروبار بند کروار ہے تھے اور کئی جگھوں پر ہنگامے بھی ہو گئے تھے چنانچہ غیر یقینی حالات کی بناء پر ادارہ کو بھی بند کرنا ضروری ہو گیا تھا اس لئے میں بھی اپنے ماموں زاد بھائی کے ہمراہ واپس گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ آدھے راستے میں بسیں بھی بند ہو گئی تھیں بڑی مشکلوں سے ہم لوگ گھر پہنچے۔

جمعہ ۱۷، جولائی ۹۸ء کو سلیم رضا کی شہادت کی وجہ سے کراچی بند کا اعلان کیا گیا تھا۔ یہاں بھی بند کا مطلب ہوتا ہے تشدد، مار پیٹ، ہنگامے، آتش زنی، بچا پکڑ دھکڑ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں یہ بھی مشہور ہے کہ آدمی صبح گھر سے نکلتا ہے تو واپسی کی ضمانت نہیں رہتی اسلئے باہر نکلنا خود کشی کرنا یا مصیبتیں مول لینے کے مترادف تھا۔ اسطرح سارا دن گھر میں ضائع ہی ہوا۔

پاکستان میں پہلے جمعہ کی تعطیل رہا کرتی تھی۔ نواز شریف نے اپنے حالیہ دورِ اقتدار میں جمعہ کی تعطیل منسوخ کر کے اتوار کی تعطیل نافذ کر دی ہے۔ ان کے اس عمل کے خلاف مذہبی تنظیموں نے بہت صدائے احتجاج بلند کیا، جلسے جلوس اور ہڑتال وغیرہ سب کئے مگر جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق کچھ نہ ہو سکا۔ حکومت کے اس اقدام کے خلاف کراچی کی دیواروں پر لکھے گئے نعرہ ابھی تک موجود ہیں۔ حکومت کا مؤقف یہ تھا کہ جمعہ کی تعطیل سے پاکستان کا معاشی نقصان ہوتا ہے یعنی یہ کہ جمعہ کو پاکستان میں چھٹی ہونے سے عالمی مارکیٹ سے کاروبار نہیں ہو پاتا ہے اگلا دن سنیچر (ہفتہ) دنیا بھر میں آدھا دن کام کا ہوتا ہے اس کے بعد اتوار کا دن دنیا بھر میں چھٹی ہوتی ہے اگر پاکستانی اتوار کو کاروبار کھلے رکھیں تو زیادہ سود مند نہیں ہو گا کیونکہ عالمی مارکیٹ بند ہو گی، اس بناء پر پاکستان اقتصادی طور پر کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اپنے اس مؤقف کو حکومت نے بالآخر منوا ہی لیا۔

سنیچر (۱۸، جولائی ۹۸ء) آج کراچی میں جنرل سیلز ٹیکس میں اضافہ کے خلاف ہڑتال تھی۔ تمام کاروبار بند تھے اس لئے کہیں نکلنا بیکار تھا۔ دن بھر تو کہیں جا نہیں سکا البتہ شام کو دعوت اسلامی کے

ہفتہ واری اجتماع میں شرکت کا پروگرام بنایا۔ چند سال پیشتر یہ اجتماع بھی جمعرات بعد نمازِ مغرب ہوا کرتا تھا جمعہ سے اتوار چھٹی میں تبدیلی کی وجہ سے اجتماع کے دن میں بھی تبدیلی کرنا پڑا۔ مغرب کی نماز کے بعد موسیٰ کالونی سے دعوت اسلامی کے مبلغین سوزوکی کا انتظام کر کے اجتماع کیلئے نکل پڑے۔

نومبر ۱۹۹۱ء میں جب میں کراچی میں مقیم تھا ان دنوں دعوت اسلامی کا ہندوستان کی سطح پر پہلا سالانہ اجتماع بمبئی کے آزاد میدان میں منعقد کیا گیا تھا۔ اس اجتماع کی تشہیر کیلئے ہم نے بھی پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کئے اور کئی تشہیری اجتماعات میں شرکت کی تھی مگر کراچی آجانے کی وجہ سے اس اجتماع میں شرکت سے میں محروم ہی رہا۔ دعوت اسلامی کے امیر مولانا الیاس قادری صاحب بھی بمبئی تشریف لے گئے تھے مگر چند غلط فہمیوں کی وجہ سے ہندوستان میں دعوت اسلامی کیلئے کام کرنے والوں کے مرکزی کمیٹی (کراچی) سے اختلافات پیدا ہو گئے جو آگے چل کر تقسیم کا سبب بن گئے۔ اختلافات کرنے والوں نے اپنی علیحدہ تنظیم قائم کرلی بنام "تحریک سنی دعوت اسلامی"۔ بہر حال ۱۹۹۱ء میں کراچی میں ہونیوالے ہفتہ واری اجتماع میں مَیں نے کئی مرتبہ شرکت کی تھی۔ ان دنوں دعوت اسلامی کا مرکزی اجتماع گلزارِ حبیب مسجد نزد سولجر بازار میں ہوا کرتا تھا۔ اسی مسجد میں حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی موجود ہے۔ موصوف ایک زبردست عالم دین اور پائے کے خطیب تھے۔ آج بھی ہندوستان بھر میں ان کی تقاریر کی کیسٹیں کثیر تعداد میں ہر جگہ دستیاب ہیں اور کیسٹوں کے سو سے زیادہ والیوم VOLUME دستیاب ہیں۔ احقر کو ان کے مزار مبارک پر فاتحہ کا کئی مرتبہ شرف حاصل ہوا۔ آج کل ان کے صاحبزادے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی اپنے والد مرحوم کی جگہ سنبھالے ہوئے ہیں اور سنیت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اُس زمانے میں ہی دعوت اسلامی کے اجتماع میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آیا کرتے تھے۔ جمعرات کو مغرب کے بعد ہی سے اجتماع کا آغاز ہو جایا کرتا تھا۔ تلاوتِ کلام پاک، نعت رسول مقبول، بیانات، ذکر، دعا اور تربیتی نشستوں کا سلسلہ جمعہ کے دن نمازِ فجر تک جاری رہتا تھا۔ کثیر تعداد میں لوگوں کے آنے کی وجہ سے مسجد ناکافی ہو جاتی تھی اور وضو و استنجا کی سہولیات کی کمی نیز نمازیوں کیلئے بھی جگہ محدود ہو جایا کرتی تھی۔ جس کیلئے ضروری ہو گیا کہ باقاعدہ ایک جگہ لیکر اجتماع میں آنے والوں کیلئے تمام سہولیات فراہم کی جائیں۔ اس مقصد کے تحت کراچی کے سبزی منڈی علاقہ میں ایک بڑی جگہ خریدی گئی جس پر باقاعدہ تمام سہولیات کے انتظامات کے ساتھ ایک اجتماع گاہ بنام "فیضان مدینہ" تعمیر کی گئی۔ آج کل اسی مرکز میں

ہفتہ واری اجتماعات ہوا کرتے ہیں۔

میں اپنے ماموں زاد بھائی اور علاقہ کے لوگوں کے ہمراہ اجتماع گاہ پہنچا۔ سبزی منڈی جو کہ کراچی کا ایک بڑا بازار ہے اُس میں سے گزر کر ہم مرکز پہونچے۔ دعوت اسلامی کے اجتماع گاہ کی عالیشان، وسیع و عریض اور پر شکوہ عمارت دیکھکر دل نے بے اختیار سبحان اللہ کہا۔ عمارت کے زیر سایہ دکانیں نکالی گئی ہیں جس میں مکتبۃ المدینہ کے علاوہ مسواک، عطریات، اسٹیکرز وغیرہ کی دکانیں ہیں جو مبلغین کو سنتوں پر عمل کرنے کیلئے تمام سامان فراہم کرتی ہیں۔ اجتماع مغرب بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ میں سیڑھیاں چڑھکر عمارت میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک طرف طہارت خانے بنے ہوئے ہیں دوسری طرف وضو کیلئے کثیر تعداد میں نل لگے ہوئے ہیں اور قریب ہی پانی بیٹھکر پینے کیلئے انتظامات ہیں۔ اوپر جانے کیلئے مزید سیڑھیاں ہیں جو ہمیں اجتماع ہال میں پہونچا دیتی ہیں۔ اتنی اونچائی پر ہال بنانے کی وجہ پہلے تو سمجھ میں نہیں آئی بعد میں معلوم ہوا کہ زیرِ زمین خواتین کیلئے جگہ مختص ہیں جہاں بیٹھکر وہ اجتماع سے مستفید و مستفیض ہو سکتی ہیں۔ ان کی آمد و رفت کے راستے بھی علیحدہ ہیں۔ ہندوستان میں ہم اہل سنت میں اسطرح عورتوں میں تبلیغ، تربیت و اصلاح کا کوئی ٹھوس کام نہیں ہو رہا ہے جبکہ بد مذہب جماعتیں گھر گھر جا کر عورتوں کو گمراہیت کی راہ پر لے جا رہی ہیں اس سے کم وقت میں زیادہ فائدہ حاصل کر رہی ہیں یعنی ایک عورت کی دینی گمراہی پورے خاندان کی دینی گمراہی کے مترادف ہے۔ ہندوستان میں کراچی کی طرز پر اجتماعات میں عورتوں کیلئے انتظام ہو جائے تو کم وقت میں مفید نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔

وسیع و عریض ہال کو اس طرح بنایا گیا تھا کہ دور سے بھی مقرر کو دیکھا جا سکے۔ درمیان میں محراب بنی ہوئی تھی اور اسکے اوپر چھجا بنا ہوا تھا جس پر کرسی رکھی تھی اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ مقررِ خصوصی یا امیر دعوت اسلامی اوپر بیٹھکر بیان کرتے ہیں۔ ہال میں جب میں پہونچا تو بہت کم افراد نظر آئے غالب گمان یہی تھا کہ کراچی میں بند کی وجہ سے لوگ نہ آسکے۔ ہم جگہ بناتے ہوئے منبر کے بہت نزدیک جا کر بیٹھ گئے۔ جہاں سے اجتماع کی تمام کارروائی باسانی نظر آتی تھی۔ اسوقت کوئی مبلغ بیان کر رہا تھا۔ پھر مولانا الیاس قادری صاحب کے بیان کا اعلان ہوا۔ مجھے بہت مسرت ہوئی کہ پہلی مرتبہ دعوت اسلامی کے مرکز فیضانِ مدینہ میں مولانا الیاس قادری صاحب کا بیان سننے کا موقع مل رہا تھا۔ مولانا الیاس قادری صاحب تشریف لائے اور اوپر چھجے پر رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ حضرت کا استقبال

نعروں کی صورت میں کیا گیا: عطار کی آمد مرحبا، مرشد کی آمد مرحبا وغیرہ۔ وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی مبلغ یہ صدا لگا دیتا صلوا علی الحبیب یعنی حبیب پر درود بھیجو تو جواباً عوام کہتی صلی اللہ علیٰ محمد۔ اتنے میں امیر دعوت اسلامی کا بیان شروع ہوا۔ مولانا الیاس قادری کے بیانات عموماً اصلاحی موضوع پر مشتمل ہوتے ہیں معاشرہ میں پھیلی ہوئی خرافات اور برائیوں کے خلاف مولانا الیاس قادری بہت مؤثر تقاریر کرتے ہیں۔ عذابِ قبر، عذابِ جہنم اور گناہوں پر ہونے والی سزاؤں کا ذکر جب مولانا الیاس قادری اپنی رقت انگیز آواز میں کرتے ہیں تو لوگ خوف سے کانپ اُٹھتے ہیں اکثر لوگ گناہوں سے تائب ہو جاتے ہیں۔ دعوت اسلامی کے کام کی وجہ سے لاکھوں افراد جو گناہوں سے آلودہ زندگیاں گزار رہے تھے تائب ہو کر کاروبارِ زندگی کے ساتھ ساتھ خدمتِ دین بھی کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دعوت اسلامی کی یہ تحریک دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہی ہے اس کے کام کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

بیان کے اختتام کے بعد عشاء کی اذان ہوئی پھر نماز عشاء پڑھی گئی بعدہٗ ایک مبلغ کا مختصر بیان ہوا۔ پھر اندھیرے میں ذکر الٰہی و دعا کی گئی اور صلوٰۃ و سلام کے بعد تقریباً اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (یہ اجتماع پوری دنیا میں انٹرنیٹ کے ذریعے سے سنا جا سکتا ہے۔) اس کے بعد جس کسی کو رکنا تھا وہ اپنے اپنے علاقہ کے حلقوں میں چلے گئے جہاں کچھ وقت کھانے اور آرام کے بعد رات بھر سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ جاری رہتا اور جو جانا چاہتے تھے وہ اپنی منزلوں کو روانہ ہوئے۔ میں بھی اجتماع گاہ کے باہر نکل گیا۔ مکتبۃ المدینہ سے چند کتابیں اور اسٹیکرز خریدا اور دیگر دکانوں کا جائزہ لیا کہ کیا کیا اشیاء فروخت ہو رہی ہیں۔ عطریات و اسٹیکرز کی دکانوں کے ساتھ ایک دکان پر صرف پیلے رنگ کی چپلیں فروخت ہو رہی تھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پیلے رنگ کی چپلیں پہننا بھی آقا سرورِ کائنات ﷺ کی سنت ہے۔ پھر ہم واپس گھر لوٹ آئے۔

آج اتوار ۲۰، جولائی ۹۸ء کو پاکستان میں عام تعطیل کا دن تھا۔ چھٹی ہونے کی وجہ سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا آفس اتوار کے دن بند رہتا ہے اور مجھے کوئی خاص کام نہ تھا اس لئے اعزہ سے ملنے سرجانی ٹاؤن چلا گیا۔ یہ ایک نئی زیر تعمیر آبادی ہے مگر کراچی سے بہت دور۔ چونکہ یہاں مکانات سستے ملتے ہیں اسلئے کم آمدنی والے لوگ یہاں آکر بس رہے ہیں۔

آج ہی کے دن حضرت مسعود ملت کے صاحبزادے کی شادی تھی بمقام گلستان کلب، شہید ملت روڈ۔ میں اپنے خالہ زاد بھائی کے ہمراہ رکشہ کر کے گلستان کلب پہونچا۔ جیسے ہی ہال میں داخل ہوئے دیکھا کہ

تمام حاضرین ہاتھ اٹھائے دعائیہ کلمات پڑھنے میں مصروف تھے شاید نکاح ابھی ہوا تھا۔ میں بھی دعا میں شامل ہو گیا۔ دعا کے بعد دولہے اور ان کے والد صاحب یعنی مسعود ملت کو مبارکبادیاں پیش کی جانے لگیں۔ میری نگاہیں شناسا افراد کی تلاش میں تھیں کہ میں نے بالکل دائیں جانب آگے کی نشستوں پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، سید وجاہت رسول قادری صاحب کو دیکھ لیا اور ان کی جانب بڑھ گیا۔ سلام وکلام کے بعد میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں آئسکریم تقسیم کی جانے لگی۔ دعوت ولیمہ میں کھانے کے بجائے آئسکریم یا شربت۔ یہ بھی نواز شریف حکومت کا تازہ کارنامہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پاکستان میں شادی بیاہ کے موقعوں پر دعوت ولیمہ میں بے انتہا فضول خرچی کی جاتی تھی انواع و اقسام کے کھانے بنائے جاتے تھے جس میں لاکھوں روپے صرف ہوتے تھے۔ مزید ستم یہ کہ کھانا کھانے اور کھلانے کیلئے بوفے BUFFET سسٹم رائج تھا یعنی کھڑے رکھ برتنوں میں کھانا لے کر ٹہلتے ٹہلتے کھانا کھائیے۔ مغرب کی دین یہ غیر شرعی رسم نہ جانے کس طرح پاکستانی مسلمانوں میں در آئی جبکہ ہندوستانی مسلمان بہت حد تک اس سے دور ہیں امیر گھرانوں میں کہیں کہیں رائج ہے جو کہ مادر پدر آزاد ہیں جبکہ پاکستان میں غریب سے غریب گھرانے معاشرہ کا چلن سمجھ کر عمل کرتے ہیں۔ نواز شریف حکومت نے دعوت ولیمہ میں کھانوں پر پابندی عائد کر کے صرف شربت یا آئسکریم کی چھوٹ دے رکھی ہے لہذا مسعود ملت کے صاحبزادہ کی دعوت ولیمہ میں ہمیں آئسکریم سے شادکام ہونے کا موقع ملا۔

پھر میں نے حضرت مسعود ملت صاحب سے ملاقات کی۔ دو سال قبل دہلی کی فتح پوری مسجد میں مختصر سی ملاقات میں وہ مجھ فقیر کو یاد نہ رکھ سکے خیر ملاقاتیوں کے ہجوم میں میں نے اپنا تعارف کرانا مناسب نہ سمجھا البتہ وہیں پر حضرت مسعود ملت کے بھتیجے مفتی مکرم صاحب سے ملاقات ہوئی جو شادی میں شرکت کی غرض سے دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ سلام دعا اور خیر وعافیت کے بعد چونکہ رات کافی ہو رہی تھی اور کراچی کے غیر یقینی حالات کا ہمیشہ خدشہ رہتا تھا ویسے ہی مجھے بڑی مشکل سے یہاں آنے کی اجازت ملی تھی کیونکہ میں اجنبی تھا اور یہاں کے حالات مخدوش اس لئے واپسی میں ہی عافیت سمجھی۔

وہاں ہال میں تمام شرکاء کو کتابیں بھی تقسیم کی گئیں۔ ہر مہمان کو پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی مرتب کردہ کتاب ضیاء الاسلام دی گئی جو کہ مسعود ملت کے والد صاحب مفتئ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کے چند رسائل کو ترتیب دیکر لکھی گئی ہے۔

باقی آئندہ ۔ انشاء اللہ

رضا نامے

مفتی عبد المبین نعمانی قادری۔ دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو، یوپی

اکتوبر تا دسمبر ۹۸ء کا "افکارِ رضا" باصرہ نواز ہوا پورا رسالہ بالاستیعاب پڑھ گیا کہ اس بار کا رسالہ فکرِ رضا کی تابانی سے بھر پور اور انقلاب آفریں آراء سے معمور ہے، نئی نسل انگڑائیاں لے رہی ہے ضرورت اس بات کی ہے اسے صحیح سمت سفر سے ہمکنار کیا جائے۔ آپ کا اداریہ، مولانا غلام جابر مصباحی کے دونوں مضامین اور آپ کا سفر نامۂ پاکستان اس شمارے کے خاص مضامین ہیں۔۔۔ احمد آباد، گجرات کے اجتماع پاک کی رپورٹ اس شمارے میں آنی چاہیے تھی مگر معلوم نہیں کیوں نہ آسکی، میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا تھا البتہ اس کے بعد ہونے والے اجتماع پاک کانپور و بریلی شریف میں بطور خاص شریک رہا۔ ہر دو جگہ دعوت اسلامی نے بہتر اثرات چھوڑے، ہزاروں افراد نے صلوٰۃ و سنت کی پابندی، عمامے شریف سے سروں کو سجانے اور دعوتی وفود میں حصہ لینے کا عہد کیا۔ بریلی شریف آزاد انٹر کالج کے میدان میں ہونے والا اجتماع پاک (مورخہ ۱۷، دسمبر ۹۸ء) بڑا کامیاب رہا۔ امیر دعوت اسلامی سے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالے کے ضمن میں بڑا مفید ثابت ہوا، بے بنیاد الزامات کے سارے تار پود بکھر کر رہ گئے۔ بیان کا موضوع تھا "برے خاتمے کے اسباب" موضوع کے مطابق نہایت ایمان افروز دل ہلا دینے والا بیان تو تھا ہی ساتھ ہی ساتھ مولانا نے تحفظ عقائد کے تعلق سے اسلامی بھائیوں کو متعدد بار تاکید کی کہ آپ تمام ہی حضرات اِدھر اُدھر نہ جھانکیں، علمائے اہل سنت پر کامل اعتماد کرتے ہوئے انھیں کی دینی رہنمائی میں زندگی گزاریں اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ دوسری تمام گمراہ جماعتوں یعنی نجدیوں، وہابیوں، مودودیوں، تبلیغیوں وغیرہ سے بچتے رہیں اور دعوت اسلامی سے وابستہ رہیں کیوں کہ یہ مسلک اعلیٰ حضرت کی پابند ہے۔۔ مولانا نے مزید فرمایا۔ میں نے حسام الحرمین کا اس وقت مطالعہ کیا تھا جب دعوت اسلامی کا وجود بھی عمل میں نہیں آیا تھا، میں اسی کا پابند ہوں اہل سنت کے خلاف دوسری کسی جماعت سے نہ کل میرا تعلق تھا نہ آج ہے۔ میلاد، فاتحہ اور عرس کا کل بھی قائل تھا آج بھی ہوں۔ یہ اور اس سے ملتی جلتی باتیں نہایت صفائی کے ساتھ حضرت مولانا نے نجی مجلسوں میں بھی بار بار دہرائیں جس کے کافی سے زیادہ گواہ موجود ہیں۔ تحریری و تقریری ہر طرح کی صفائی کے باوجود بھی ناعاقبت اندیش حضرات اپنے دل کے کانٹے کو نہ نکالیں اور درپے آزار یا

مخالفت پر کمر بستہ ہوں تو پھر ان سے خدا ہی سمجھے ہم تو بس دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل اپنے بھائیوں کو صحیح بات سننے اور ماننے اور دل میں جگہ دینے کی توفیق دے اور دعوت اسلامی کا پیغام گھر گھر پہنچانے کی ہمیں ہمت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ و آلہ التحیۃ والتسلیم۔

مولانا امجد رضا۔ ایم اے، پی ایچ ڈی۔ پٹنہ، بہار

افکار رضا کا تازہ شمارہ فردوس نظر ہوا۔ دل جھوم اٹھا، آپ کا خلوص بیکراں دیکھکر، جذبات کا سیلِ رواں دیکھکر اور مضامین تازہ کے کہکشاں دیکھکر۔ اداریہ خوب ہے روداد پاکستان بہت خوب ہے مگر مولانا جابر شمس کا مضمون بہت ہی خوب ہے۔ انھوں نے اپنے احساسات کو بڑی خوبی سے نرم لہجہ، شستہ الفاظ اور مدھر سروں کا پیکر عطا کیا ہے جس سے غنائیت بھی، رجائیت بھی اور دلوں کو فتح کر لینے کا انداز بھی۔

آپ نے اپنے قارئین کو پاکستان کی سیر کرائی ہے۔ سیر اچھی اور بہت اچھی لگی مگر تشنگی باقی ہے بلکہ بڑھ گئی ہے اسلئے یہ سلسلہ دراز رہے۔ "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" ضرور دکھائے جس نے عالمی پیمانے پر فکر رضا کی دھوم مچائی ہے اور امام احمد رضا کی تعلیمات کو عام و تام کرنے میں تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے تحریکِ عشق رضا کے اس مرکز کو دیکھا اور ان سر فروشوں کی زیارت کی جو دیوانہ وار اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی تحریریں جذبوں کی آنچ سے مملو ہوتی ہیں اسلئے پڑھتے ہی دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ کے جذبات کے اس سیلِ رواں کو سلامت رکھے اور افکار رضا کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو۔

مولانا پیار محمد خان رضوی۔ نوری محلہ، ضلع ناگور، راجستھان

عزیز گرامی جناب مولانا محمد ادریس رضا خان صاحب ناگوری کی زبانی تحریک فکر رضا کی کارکردگی سماعت کی۔ دل فرحت و مسرت سے جھوم اٹھا۔ الحمد للہ ثم الحمدللہ آپ کو یہ مقام حاصل ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی مایہ ناز تصانیف کو عام کرنے میں مشغول ہیں خدائے پاک مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائیں اور آپ کے بازوؤں میں سنیت کا کام کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

۱۹۸۸ء میں ہمارے یہاں غلامانِ رضا کی ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ الحمد للہ ۴۰ نوجوانوں پہ مشتمل یہ تنظیم اشاعت سنیت و ترویج مسلک اعلیٰحضرت کیلئے کوشاں ہے۔ جب سے گاؤں اور محلوں کو

بزرگانِ دین کے نام سے موسوم کیے ہیں اس وقت سے کافی ترقی کی راہیں ہمکنار ہو چکی ہیں۔

الحمد للہ ضلع بھر میں سو فیصدی سنی حنفی مسلم آبادی کا یہ قصبہ ہے کافرو مشرک و مرتد اس گاؤں میں موجود نہیں ہے۔ علمائے کرام ہی کی حکومت ہے۔ شادی بیاہ ہو یا موت و میت ہر ناجائز و بے ہودہ رسومات سے پورا معاشرہ پاک ہے یہ سب سرکار اعلیٰ حضرت کا فیضانِ کرم ہے۔ پانچ مسجدیں ہیں : جامع مسجد، مکہ مسجد، غوثیہ مسجد، مدینہ مسجد، نوری مسجد۔ سب میں مقامی علماء کرام ہی خطیب و امام کی حیثیت سے مقرر ہیں۔ آٹھ مکاتب ہیں اور ایک دار العلوم ہے جہاں حفظ و قرأت و ناظرہ و ابتدائی عربی درجات کی تعلیم جاری ہے۔ محلوں کے نام اس طرح ہیں نوری محلّہ، غوثیہ محلّہ، صوفیہ محلّہ، نجمیہ محلّہ، مدینہ محلّہ۔ ان میں گلیاں اس طرح ہیں غریب نواز گلی، حامد رضا گلی، مصطفیٰ رضا چوک و گلی، امام احمد رضا چوک، غوث اعظم گلی، صوفی حمید الدین گلی، نظام الدین گلی۔ الغرض ہمارا ہر کام بزرگانِ دین کے نام کی طرف منسوب ہے۔ قرب و جوار میں ۱۵ مکاتب بھی ایک تنظیم کے تحت چلا رہے ہیں۔ سنی تبلیغی جماعت باسنی کی ایک شاخ قائم ہے ہر جمعرات کو دیہی علاقوں کا دورہ کرتے ہیں تاکہ مسلکِ اعلیٰحضرت عام ہو۔ رسائل و کتب و پوسٹر شائع کرتے ہی رہتے ہیں۔ مزید ہمیں قیمتی مشوروں کی ضرورت ہے۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

اخبار رضا

☆ تحریک فکر رضا کے اشاعتی ادارہ الدار السنیۃ کی پہلی پیشکش "دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟" مصنف ڈاکٹر غلام محی انجم شائع ہو گئی ہے۔ فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

☆ "سود ایک بدترین مجرم" از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، ارشد برادرس دہلی نے شائع کر دی ہے۔

☆ رضا اسلامک مشن، ڈی ۳۱ / ۷ ۱۴، مدنپورہ، وارانسی (بنارس) یوپی۔۲۲۱۰۰۱ نے مولانا کوثر نیازی کا مقالہ "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت" شائع کر کے مفت تقسیم کی ہے خواہشمند حضرات منگوا کر پڑھیں اور دانشور حضرات تک بھی پہنچائیں ☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا مرتبہ وظائف کا مجموعہ "الوظیفۃ الکریمہ" کا عربی ترجمہ حزب القادریہ، لاہور، پاکستان نے شائع کر دیا ہے۔ ☆ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کی مرتبہ "احمد رضا بریلوی اور پاکستان" بزم رضویہ۔ 14/37، داتا نگر، بادامی باغ، لاہور، پاکستان نے شائع کر کے مفت تقسیم کی ہے۔ ☆ شیخ الحدیث علامہ فیض احمد اویسی کا تحقیقی مقالہ "امام احمد رضا کا فقہائے سلف سے اختلاف اور اس کی نوعیت" اسلامک مشنری انسٹی ٹیوٹ، کراچی سے شائع ہو گئی ہے۔ ☆ ادارہ افکار حق، بائسی، پورنیہ، بہار نے علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری کا تحقیقی مقالہ "تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا" کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ ☆ ادارہ افکارِ حق، بائسی، پورنیہ، بہار نے مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی کی تصنیف "پروفیسر کعبی کی 'سلام رضا تضمین و تفہیم اور تجزیہ' کا تنقیدی جائزہ" شائع کر دی ہے۔ ☆ تحریک فکر رضا، کشمیر نے مندرجہ ذیل کتب شائع کر کے مفت تقسیم کی ہیں (۱) "دس صحیح مسائل" از مولانا محمد توفیق احمد نعیمی (۲) "اہل سنت کی تعریف" از علامہ یٰسین اختر مصباحی (۳) "کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی قباحتیں" از افادات امام احمد رضا (۴) "درودِ ابراہیمی" از مولانا اسد اللہ نظامی مصباحی ☆ سبزواری پبلشرز، کراچی پاکستان نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصنیف "خیر الآمال فی حکم الکسب و السوال" (کمانے اور سوال کرنے کے احکام) شائع کر دیا ہے۔ ☆ مولانا امجد رضا خان پٹنہ کو "امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں" کے حوالے سے تحقیقی مقالہ مکمل کر لینے پر ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار نے Ph.D کی ڈگری تفویض کر دی ہے۔



تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اِفکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علماءِ اہلِ سُنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دِن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔